Postal Reg. No: PB/1023/2000

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ

جلد 49

ہفت روزہ

بدر

قادیان

سیرۃ النبی نمبر

The Weekly BADR Qadian

شمارہ 25/26

شرح چندہ
سالانہ 200 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
20 پونڈ یا 40 ڈالر
امریکن۔ بذریعہ
بحری ڈاک
10 پونڈ

ایڈیٹر
منیر احمد خادم

نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
منصور احمد

19/26 ربیع الاول 1421 ہجری 22/29 احسان 1379 ہش 22/29 جون 2000ء

لندن۔ 17 جون 2000 (ایم ٹی اے انٹرنیشنل) سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیر و عافیت ہیں۔ الحمد للہ۔

کل حضور نے مسجد فضل میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور آنحضرت ﷺ کی بعض مسنون دعاؤں کی ایمان افروز تشریح کرتے ہوئے احباب کو دعاؤں کی طرف توجہ دلائی۔

پیارے آقا کی صحت و سلامتی درازی عمر مقاصد عالیہ میں فائز المرامی اور خصوصی حفاظت کیلئے احباب کرام دعائیں جاری رکھیں۔ اللھم اید امامنا بروح القدس وبارک لنا فی عمرہ و امرہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و شان میں عشق و محبت میں ڈوبا ہوا

آپ کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام

اس قصیدہ کے متعلق دو روایات آتی ہیں:۔ ا۔ ”حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین رضی اللہ عنہ بیان فرماتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام قصیدہ ”یَا عَیْنَ فَیْضِ اللّٰہِ وَالْعِرْفَانِ“ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اس قصیدہ کو حفظ کرے گا اس کے حافظہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے برکت دی جائے گی۔“ ۲۔ ”حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب یہ قصیدہ تصنیف فرما چکے تو آپ کا چہرہ مبارک خوشی سے چمکنے لگا اور فرمایا کہ یہ قصیدہ جناب الٰہی میں قبول ہو گیا اور خدا نے مجھ سے فرمایا جو اس قصیدہ کو حفظ کرے گا اور ہمیشہ پڑھے گا میں اس کے دل میں اپنی اور اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دوں گا۔ اور اپنا قرب عطا کروں گا“۔

یَا عَیْنَ فَیْضِ اللّٰہِ وَالْعِرْفَانِ
اے اللہ تعالیٰ کے فیض اور عرفان کے چشمے

یَسْعٰی اِلَیْکَ الْخَلْقُ کَالظَّمْاٰنِ
لوگ سخت پیاسوں کی طرح تیری طرف دوڑتے ہیں

یَا بَحْرَ فَضْلِ الْمُنْعِمِ الْمَنَّانِ — تَھْوِیْ اِلَیْکَ الزُّمَرُ بِالْکِیْزَانِ
اے انعام دینے اور احسان فرمانے والے خدا کے فضل کے سمندر — لوگ فوج در فوج کوزے لئے تیری طرف تیزی سے آ رہے ہیں

یَا شَمْسَ مُلْکِ الْحُسْنِ وَالْاِحْسَانِ — نَوَّرْتَ وَجْہَ الْبَرِّ وَالْعُمْرَانِ
اے ملک حسن و احسان کے آفتاب — تُو نے بیابانوں، صحراؤں اور آبادیوں کو منور کر دیا ہے

قَوْمٌ رَاَوْکَ وَاُمَّۃٌ قَدْ اُخْبِرَتْ — مِنْ ذٰلِکَ الْبَدْرِ الَّذِیْ اَصْبَانِیْ
ایک قوم تیرے دیدار سے مشرف ہوئی اور ایک جماعت نے اس بدر کی خبر سنی جس نے مجھے اپنا فریفتہ اور شیدا بنا لیا ہے

یَبْکُوْنَ مِنْ ذِکْرِ الْجَمَالِ صَبَابَۃً — وَتَاَلُّمًا مِنْ لَوْعَۃِ الْھِجْرَانِ
وہ تیرے جمال کی یاد سے بوجہ شوق و محبت کے روتے ہیں — اور جدائی کی جلن اور فراق کی سوزش سے ان کے آنسو بہتے ہیں

وَاَرَی الْقُلُوْبَ لَدَی الْحَنَاجِرِ کُرْبَۃً — وَاَرَی الْغُرُوْبَ تُسِیْلُھَا الْعَیْنَانِ
اور میں دیکھتا ہوں کہ دل بیقراری سے گلے تک آ گئے ہیں — اور میں آنسو دیکھتا ہوں جو آنکھیں بہا رہی ہیں

یَا مَنْ غَدَا فِیْ نُوْرِہٖ وَضِیَائِہٖ — کَالنَّیِّرَیْنِ وَنَوَّرَ الْمَلَوَانِ
اے وہ جو اپنے نور اور روشنی میں — مہر و ماہ کی طرح ہو گیا ہے اور جس نے رات دن منور کر دیا

یَا بَدْرَنَا یَا اٰیَۃَ الرَّحْمٰنِ — اَھْدَی الْھُدَاۃِ وَاَشْجَعَ الشُّجْعَانِ
اے ہمارے چودھویں کے چاند اے خدائے رحمٰن کے نشان — اے سب ہادیوں سے بڑھ کر ہادی اور سب بہادروں سے بڑھ کر بہادر

اِنِّیْ اَرٰی فِیْ وَجْھِکَ الْمُتَھَلِّلِ — شَاْنًا یَّفُوْقُ شَمَائِلَ الْاِنْسَانِ
میں تیرے خندان و درخشاں چہرے میں ایک ایسی — شان دیکھتا ہوں جو انسانی شمائل پر فوقیت رکھتی ہے

وَقَدِ اقْتَفَاکَ اُولُو النُّھٰی وَبِصِدْقِھِمْ — وَدَعُوْا تَذَکُّرَ مَعْھَدِ الْاَوْطَانِ
اور دانشمندوں نے تجھے چن لیا اور تیری پیروی کی اور اپنے صدق کی وجہ سے انہوں نے اپنے وطنوں کی یادگاروں کو یاد کرنا بھی ترک کر دیا

قَدْ اٰثَرُوْکَ وَفَارَقُوْا اَحْبَابَھُمْ — وَتَبَاعَدُوْا مِنْ حَلْقَۃِ الْاِخْوَانِ
انہوں نے تجھے اختیار کیا اور اپنے دوستوں سے جدا ہو گئے — اور اپنے بھائیوں کے دائرہ سے دوری اختیار کر لی

قَدْ وَدَّعُوْا اَھْوَاءَھُمْ وَنُفُوْسَھُمْ — وَتَبَرَّءُوْا مِنْ کُلِّ نَشْبٍ فَانِ
انہوں نے اپنی خواہشوں اور نفسوں کو الوداع کہہ دی — اور ہر قسم کے فانی مال و متاع سے بیزار ہو گئے

ظَھَرَتْ عَلَیْھِمْ بَیِّنَاتُ رَسُوْلِھِمْ — فَتَمَزَّقَ الْاَھْوَاءُ کَالْاَوْثَانِ
جب رسول کریم کے واضح اور روشن دلائل ان پر ظاہر ہو گئے — تو ان کی نفسانی خواہشیں بتوں کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں

فِیْ وَقْتِ تَرْوِیْقِ اللَّیَالِیْ نُوِّرُوْا — وَاللّٰہُ نَجَّاھُمْ مِّنَ الطُّوْفَانِ
وہ راتوں کی تاریکی و ظلمت کے وقت منور ہوئے — اور اللہ تعالیٰ نے ان کو طوفان ظلمت و ضلالت سے بچایا

قَدْ ھَاضَھُمْ ظُلْمُ الْاُنَاسِ وَضَیْمُھُمْ — فَتَثَبَّتُوْا بِعِنَایَۃِ الْمَنَّانِ
مخالف لوگوں کے ظلم و ستم نے انہیں پیس ڈالنے کی کوشش کی مگر وہ خدائے محسن کی عنایت سے ثابت قدم رہے

نَھَبَ اللِّئَامُ نُشُوْبَھُمْ وَعِقَارَھُمْ — فَتَھَلَّلُوْا بِجَوَاھِرِ الْفُرْقَانِ
ذلیل و کمینہ اوباشوں نے ان کے مال اور زمین جائیداد لوٹ لی — پھر فرقان کے موتیوں سے ان کے چہرے چمک اٹھے

کَسَحُوْا بُیُوْتَ نُفُوْسِھِمْ وَتَبَادَرُوْا — لِتَمَتُّعِ الْاِیْقَانِ وَالْاِیْمَانِ
انہوں نے اپنے نفسوں کے گھروں کو خوب صاف کیا — اور یقین اور ایمان کی دولت لینے کو جلد آگے بڑھے

قَامُوْا بِاِقْدَامِ الرَّسُوْلِ بِغَزْوِھِمْ — کَالْعَاشِقِ الْمَشْغُوْفِ فِی الْمَیْدَانِ
وہ رسول کریم کے حکم ”آگے بڑھو“ پر ایک عاشق صادق — کی طرح میدان جنگ میں دشمن پر پل پڑے

فَدَمُ الرِّجَالِ لِصِدْقِھِمْ فِیْ حُبِّھِمْ — تَحْتَ السُّیُوْفِ اُرِیْقَ کَالْقُرْبَانِ
سو ان مردوں کے خون ان کی خلوص محبت کے باعث — تلواروں کے نیچے قربانیوں کی طرح بہائے گئے

جَاءُوْکَ مَنْھُوْبِیْنَ کَالْعُرْیَانِ — فَسَتَرْتَھُمْ بِمَلَاحِفِ الْاِیْمَانِ
وہ تیرے پاس لٹے کھٹے مانند برہنہ آئے — پس تُو نے انہیں ایمان کی چادریں اڑھا دیں

صَادَفْتَھُمْ قَوْمًا کَرَوْثٍ ذِلَّۃً — فَجَعَلْتَھُمْ کَسَبِیْکَۃِ الْعِقْیَانِ
تُو نے انہیں گوبر کی طرح ذلیل قوم پایا — پھر تُو نے انہیں خالص سونے کی ڈلی مانند بنا دیا

حَتَّی انْثَنٰی بَرٌّ کَمِثْلِ حَدِیْقَۃٍ — عَذْبِ الْمَوَارِدِ مُثْمِرِ الْاَغْصَانِ
یہاں تک کہ عرب کا خشک جنگل اس باغ کی مانند ہو گیا جس کے چشمے خوشگوار و شیریں ہوں جس کے درختوں کی ڈالیاں پھلوں سے لدی ہوں

عَادَتْ بِلَادُ الْعُرْبِ نَحْوَ نَضَارَۃٍ — بَعْدَ الْوَجٰی وَالْمَحْلِ وَالْخُسْرَانِ
عرب کے شہروں میں پھر رونق اور تر و تازگی آ گئی — ویرانی، خشکی، قحط اور تباہی کے بعد

کَانَ الْحِجَازُ مَغَازِلَ الْغِزْلَانِ — فَجَعَلْتَھُمْ فَانِیْنَ فِی الرَّحْمٰنِ
اہل حجاز جو خوبصورت عورتوں سے عشق بازی میں محو تھے — تُو نے انہیں فانی فی اللہ بنا دیا!!

شَیْئَانِ کَانَ الْقَوْمُ عُمْیًا فِیْھِمَا — حَسْوُ الْعُقَارِ وَکَثْرَۃُ النِّسْوَانِ
دو باتیں تھیں جن میں عرب قوم اندھی ہو رہی تھی — مزے لے لے کر شراب نوشی اور عورتوں کی زیادتی

اَمَّا النِّسَاءُ فَحُرِّمَتْ اِنْکَاحُھَا — زَوْجًا لَّہُ التَّحْرِیْمُ فِی الْقُرْاٰنِ
عورتوں کا پوچھو تو ان کی نسبت حکم ہوا کہ ان کا نکاح ان مردوں سے حرام کر دیا گیا ہے جن کی حرمت قرآن میں آ گئی

وَجَعَلْتَ دَسْکَرَۃَ الْمُدَامِ مُخَرَّبًا — وَاَزَلْتَ حَانَتَھَا مِنَ الْبُلْدَانِ
اور تُو نے شراب خانے ویران کر دیئے — اور شراب کی دوکانیں شہروں سے ہٹا دیں

کَمْ شَارِبٍ بِالرَّشْفِ دَنًّا طَافِحًا — فَجَعَلْتَہٗ فِی الدِّیْنِ کَالنَّشْوَانِ
بہت تھے جو خُم کے خُم پی جاتے تھے — پھر تُو نے ان کو دین کا متوالا بنا دیا

کَمْ مُحْدِثٍ مُّسْتَنْطِقِ الْعِیْدَانِ — قَدْ صَارَ مِنْکَ مُحَدَّثَ الرَّحْمٰنِ
کتنے بدعتی عُود بجانے والے تھے — جو تیرے طفیل خدائے رحمٰن سے ہمکلام ہوئے

کَمْ مُسْتَھَامٍ لِّلرَّشُوْفِ تَعَشُّقًا — فَجَذَبْتَہٗ جَذْبًا اِلَی الْفُرْقَانِ
بہت تھے جو معطر دہن عورتوں کے عشق میں سرگرداں تھے — پھر تُو نے انہیں فرقان کی طرف کھینچ لیا۔

اَحْیَیْتَ اَمْوَاتَ الْقُرُوْنِ بِجَلْوَۃٍ — مَاذَا یُمَاثِلُکَ بِھٰذَا الشَّانِ
تُو نے صدیوں کے مردے ایک جلوہ سے زندہ کر دیئے — کون ہے جو اس شان میں تیرا نظیر ہو سکے

تَرَکُوا الْغَبُوْقَ وَبَدَّلُوْا مِنْ ذَوْقِہٖ — ذَوْقَ الدُّعَاءِ بِلَیْلَۃِ الْاَحْزَانِ
انہوں نے شام کی شراب چھوڑ دی اور اس کے ذوق — کی جگہ غم کی راتوں میں دعا کی لذت اختیار کر لی

کَانُوْا بِرَنَّاتِ الْمَثَانِیْ قَبْلَھَا — قَدْ اُحْصِرُوْا فِیْ شُحِّھَا کَالْعَانِیْ
اس سے پہلے وہ سرگمیوں اور دوتاروں کے سُروں اور نغموں اور راگوں اور دلربا آوازوں کی حرص میں قیدی کی طرح محبوس و گرفتار تھے

قَدْ کَانَ مَرْتَعُھُمْ اَغَانِیَ دَائِمًا — طَوْرًا بِغِیْدٍ تَارَۃً بِدِنَانِ
ان کی محفلیں اور مجلسیں ہمیشہ راگ رنگ تھیں — کبھی نازک اندام عورتوں کے ساتھ دل لگی ہوتی کبھی مے کے خم لنڈھائے جاتے

مَا کَانَ فِکْرٌ غَیْرَ فِکْرِ غَوَانِیْ — اَوْ شُرْبِ رَاحٍ اَوْ خَیَالِ جِفَانِ
انہیں خوبصورت گانے والی عورتوں یا شراب نوشی — یا کھانا کھانے کے تصور کے سوا اور کوئی فکر نہ تھی

کَانُوْا کَمَشْغُوْفِ الْفَسَادِ بِجَھْلِھِمْ — رَاضِیْنَ بِالْاَوْسَاخِ وَالْاَدْرَانِ
وہ بے وقوفی سے فساد کے شیفتہ تھے — میل کچیل اور ناپاکی پر خوش تھے

عَیْبَانِ کَانَ شِعَارَھُمْ مِّنْ جَھْلِھِمْ — حُمْقُ الْحِمَارِ وَوَثْبَۃُ السِّرْحَانِ
جہالت سے دو عیب ان کے شامل حال تھے — گدھے کی حماقت اور بھیڑیے کا حملہ

فَطَلَعْتَ یَا شَمْسَ الْھُدٰی نُصْحًا لَّھُمْ — لِتُضِیْئَھُمْ مِّنْ وَّجْھِکَ النُّوْرَانِیْ
اتنے میں اے آفتاب ہدایت ان کی خیر خواہی کیلئے تُو نے — طلوع کیا تاکہ اپنے نورانی چہرے سے انہیں منور کرے

اُرْسِلْتَ مِنْ رَّبٍّ کَرِیْمٍ مُّحْسِنٍ — فِی الْفِتْنَۃِ الصَّمَّاءِ وَالطُّغْیَانِ
تُو محسن رب کریم کی طرف سے — خوفناک فتنے اور طغیانی کے وقت بھیجا گیا

یَا لَلْفَتٰی مَا حُسْنُہٗ وَجَمَالُہٗ — رَیَّاہُ یُصْبِی الْقَلْبَ کَالرَّیْحَانِ
واہ کیا ہی صاحب حُسن و جمال مرد ہے — جس کی خوشبو دل کو ریحان کی طرح شیفتہ کر لیتی ہے

وَجْہُ الْمُھَیْمِنِ ظَاھِرٌ فِیْ وَجْھِہٖ — وَشُئُوْنُہٗ لَمَعَتْ بِھٰذَا الشَّانِ
اللہ تعالیٰ کا چہرہ اس کے چہرے میں نظر آتا ہے — اور اس کے تمام حالات اسی شان کے ساتھ چمکتے ہیں

فَلِذَا یُحَبُّ وَیَسْتَحِقُّ جَمَالُہٗ — شَغَفًا بِہٖ مِنْ زُمْرَۃِ الْاَخْدَانِ
اسی لئے تو وہ محبوب ہے، اور اس کا جمال اس لائق ہے — کہ دوستوں کی جماعت چھوڑ کر اسی سے دل کی تنگی پیدا کی جائے

سَمْحٌ کَرِیْمٌ بَاذِلٌ خِلُّ التُّقٰی — خِرْقٌ وَّفَاقَ طَوَائِفَ الْفِتْیَانِ
وہ خوش خلق، معزز، صاحب جود و عطا، تقویٰ کا دوست ہے — کریم اور سخی اور سب جوانوں پر فائق ہے۔

فَاقَ الْوَرٰی بِکَمَالِہٖ وَجَمَالِہٖ — وَجَلَالِہٖ وَجَنَانِہِ الرَّیَّانِ
وہ سب مخلوقات سے اپنے کمال اور اپنے جمال اور — اپنے جلال اور اپنے شاداب دل کی وجہ سے فوقیت لے گیا ہے

لَا شَکَّ اَنَّ مُحَمَّدًا خَیْرُ الْوَرٰی — رِیْقُ الْکِرَامِ وَنُخْبَۃُ الْاَعْیَانِ
بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم بہتر مخلوقات اور صاحب کرم و عطا اور شرفاء لوگوں کا روح اور ان کی قوت اور برگزیدہ اعیان ہیں

تَمَّتْ عَلَیْہِ صِفَاتُ کُلِّ مَزِیَّۃٍ — خُتِمَتْ بِہٖ نَعْمَاءُ کُلِّ زَمَانِ
ہر قسم کی فضیلت کی صفات آپ میں علی الوجہ الاتم موجود ہیں اور ہر زمانے کی نعمت آپ کی ذات پر ختم ہے

وَاللّٰہِ اِنَّ مُحَمَّدًا کَرِدَافَۃٍ — وَبِہِ الْوُصُوْلُ بِسُدَّۃِ السُّلْطَانِ
اللہ تعالیٰ کی قسم یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم جانشین کی مانند ہیں اور آپ ہی کے ذریعہ بارگاہ شاہی تک رسائی ہو سکتی ہے

(آئینہ کمالات اسلام)

منیر احمد حافظ آبادی ایم-اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر آفسیٹ پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاؤں کا تذکرہ دنیا بھر میں

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات پر فضیلت دے کر پیدا کیا اور اس کو ایسی ایسی روحانی جسمانی ذہنی استعدادیں عطا کیں جن سے فائدہ اُٹھا کر انسانوں نے اپنی طاقتوں کو نہایت کمال تک پہنچایا اور تمام مخلوقات میں اشرف واعلیٰ قرار دیا گیا۔ زمین و آسمان اس کی خدمت پر مامور ہوئے اور ملائکہ نے اسے سجدہ کیا۔ ان سب کے باوجود انسان ہی ہے جو مخلوق کے سامنے سجدہ ریز ہوا اور ابلیس کا چیلا بنا اور گناہوں کی دَل دَل میں پھنس کر خدا کو بھی بھول گیا اور اپنی حیثیت بھی، جو وسائل اس کی خدمت کیلئے خدا نے پیدا کئے تھے انہیں ہی خدا کے ہم پلہ ٹھہرانے لگا۔ اور مادی دنیا کے ایسے بھنور میں جا پھنسا جو اسے ڈبو تو سکتی ہے بچا نہیں سکتی۔ اور جہاں وہ سرگرداں و حیران و پریشان ہاتھ پاؤں مارتا ہے مگر بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

ایسی ہی حالت سے بچنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے ذریعہ بہت سی ایسی دُعائیں سکھائی ہیں جن سے انسان ساحل عافیت سے ہم کنار ہو سکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے نہ صرف خود دُعائیں سکھائیں بلکہ ہمیشہ کیلئے محفوظ کر دیں اور ان کو قبول کرنے کا وعدہ بھی فرمایا اور قرآن مجید میں نہایت جامع انداز میں نہایت مختصر الفاظ اور وسیع معنوں پر مشتمل ایسی دُعاؤں کو محفوظ کر دیا۔ کون انسان ہے جو گناہوں کی تیز آندھیوں اور جذبات کے طوفانوں کے آگے ٹھہر سکے سوائے اس کے جس پر اللہ تعالیٰ خود رحم فرمائے۔ زندگی بھر ہر ایک آدمی سے عمداً یا خطاً گناہ سرزد ہو جاتے ہیں کس کا تو مداوا ہو سکتا ہے اور کسی کا سوائے خدا کی بخشش کے کوئی علاج نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ دُعا سکھائی رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَاتَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ (البقرہ:۲۸۷)

ترجمہ: اے ہمارے رب اگر کبھی ہم بھول جائیں یا غلطی کر بیٹھیں تو ہمیں سزا نہ دیجیو۔ اے ہمارے رب اور تو ہم پر (اس طرح) ذمہ داری نہ ڈالیو جس طرح تو نے ان لوگوں پر جو ہم سے پہلے (گزر چکے) ہیں ڈالی تھی اے ہمارے رب اور اسی طرح ہم سے وہ بوجھ نہ اُٹھوا جس (کے اُٹھانے) کی ہمیں طاقت نہیں۔ اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر (کیونکہ) تو ہمارا آقا ہے پس کافروں کے گروہ کے خلاف ہماری مدد کر۔

حضرت آدم علیہ السلام نے الٰہی حکم کے خلاف بھول کر وہ شجرہ چکھ لیا جس سے آپ کو منع کیا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو کچھ دُعائیہ کلمات سکھائے جن کے نتیجہ میں وہ ان پر رجوع برحمت ہوا۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (الاعراف:۲۴)

ترجمہ: اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہم کو نہ بخشے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو ہم نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

قرآن مجید میں بہت سی ایسی دُعائیں سکھائی گئی ہیں جن کو اگر صدق نیت اخلاص اور توکل سے کوئی بھی مانگے تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کی رحمت مغفرت کا وارث بن جائے گا۔ اسی طرح وہ دُعائیں بھی درج ہیں جن کو مانگنے سے یقیناً یقیناً ایک انسان اللہ تعالیٰ کے فضلوں رحمتوں اور نعمتوں کا مورد بن سکتا ہے۔ اور ہر طرح کی مصیبت مشکل اور تکلیف سے نجات پا سکتا ہے۔ سرور کائنات فخر موجودات سیدنا وامامنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قرآنی دُعاؤں کو ہر دم اپنا حرز جان بنایا ہوا تھا اس کے علاوہ بھی آپ نے اپنی زبان میں ہر موقعہ کیلئے بہت سی دُعائیں مانگی ہیں جو ہم تک سنت اور احادیث کے ذریعہ پہنچی ہیں۔ جن میں سے اکثر دُعائیں مختلف کتب میں اکٹھی شائع ہو چکی ہیں۔ اگر صرف ان کی فہرست ہی شائع کی جائے تو کافی طویل ہو جائے گی۔ الغرض کوئی موقعہ اور لمحہ بھی ایسا نہیں جس میں کبھی آپؐ خدا تعالیٰ کے ذکر حمد اور تسبیح سے غافل ہوئے ہوں۔ آپؐ نے اپنے لئے اور اپنی امت کی ضروریات کیلئے ان کی روحانی اور جسمانی ترقیات کیلئے دن کیلئے اور رات کیلئے کھانا شروع کرتے وقت یا ختم کرتے وقت سوتے وقت یا جاگتے وقت کام شروع کرنے سے پہلے بلکہ کام کا ارادہ بھی کرنے سے پہلے دین کیلئے دنیا کیلئے بچوں کیلئے والدین کیلئے۔ ظاہری بیماری کیلئے باطنی بیماری کیلئے۔ دُعاؤں کی توفیق کیلئے ان کی قبولیت کیلئے سفر کرتے وقت سواری پر چڑھتے وقت بلندی پر چڑھتے وقت اور اترتے وقت نماز سے پہلے نماز کے بعد پیدائش سے پہلے سے لے کر وفات کے بعد قبر میں دفنانے اور اس کے بعد بھی یوم بعث تک کیلئے دُعائیں کی ہیں۔ بہت باریکی سے امت کیلئے امت کے ہر فرد کیلئے انسانیت کیلئے بلکہ بہائم اور جمادات کیلئے بھی آپ نے اپنے مولیٰ سے دُعائیں کیں اور امت کو سکھائیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بِعَدَدِ هَمِّهٖ وَغَمِّهٖ وَحُزْنِهٖ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاَنْزِلْ عَلَيْهِ اَنْوَارَ رَحْمَتِكَ اِلَى الْاَبَدِ۔

بہتر تو یہی ہے کہ عربی مسنون الفاظ میں دُعا کرنی چاہئے اور اس کا ترجمہ اور مفہوم بھی آنا چاہئے۔ کیونکہ یہ اپنے مفہوم اور مضامین کے لحاظ سے بہت وسعت اور جامعیت رکھتے ہیں اور زیادہ برکت کا باعث ہیں لیکن اگر عربی الفاظ یاد نہ رہ سکیں تو اپنے الفاظ میں بھی دُعائیں کی جا سکتی ہیں۔ قبولیت دُعا کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ پر کامل یقین توجہ انہماک ہو خلوص اور درد کے ساتھ خدا تعالیٰ سے اس کے اسمائے حسنہ کے واسطے سے دُعائیں مانگیں صرف رٹی ہوئی دُعاؤں کا رسماً ورد کرنا کافی نہیں۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جو وسائل پیدا فرمائے ہیں ہر ممکن ذرائع کو بھی استعمال میں لانا اور اس سے فائدہ اُٹھانا بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دوا اور دُعا دونوں ہی کی تقدیر جاری فرمائی ہے کسی ایک کو اختیار کرنا اور دوسری کو چھوڑنا ہرگز ہرگز درست نہیں نہ تو صرف دُعا ہی کافی ہے اور نہ صرف دوا ہی۔ بلکہ دونوں کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ اس زمانہ میں جبکہ دُعاؤں اور ان کی قبولیت سے مسلمان بلکہ علماء اور دانشور بھی منکر ہو چکے تھے۔ اور اس کی مختلف تاویلیں کرنے لگے تھے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی ہستی پر اور قبولیت دُعا پر زندہ ثبوت مہیا فرمائے اور اپنی دُعاؤں اور تجربہ سے دنیا کو آگاہ فرمایا اور دُعاؤں کی کرامت سے آشکار فرمایا اور از سر نو دُعاؤں پر زندہ اور کامل توکل عطا فرمایا۔ اور دُعاؤں کی حقیقت، فلاسفی اور تقدیر کے ساتھ دُعاؤں کے رشتے کی گتھی کو سلجھایا۔ جو آپ کی کتب اور ملفوظات کا سنہرا باب ہے۔ اور مسلمانوں کیلئے ایک گراں بہا خزانہ۔ گذشتہ کئی ہفتوں سے ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ایم ٹی اے کے ذریعہ اپنے خطبات جمعہ میں دنیا بھر کے احمدیوں اور مسلمانوں کو دُعاؤں کی اہمیت برکات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع و بابرکت مسنون دُعاؤں کو قرآن و احادیث کے حوالے سے نہایت حکمت اور دلنشین انداز سے آگاہ اور یاد کروا رہے ہیں اور دنیا بھر میں گھر گھر ہر چھوٹا اور بڑا مرد اور عورت اس کو سن رہا ہے۔ جو بفضلہ تعالیٰ شائع بھی ہو رہے ہیں ہمیں چاہئے کہ ان کو محفوظ کر لیں اور ان سے بھرپور استفادہ کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جامع دُعائیں اپنی امت کے ہر فرد کیلئے کی ہیں ہم بھی کریں اور اس کی برکات کے حقدار ہوں اور اپنے جسموں روحوں اور اپنے گھروں اپنے کاروبار اور اہل و عیال اور دوست و احباب و معاشرہ کیلئے زندگی کے ہر موقعہ اور لمحہ کیلئے وہ خیر طلب کریں جو آقائے نامدار نے ہمارے لئے اپنے مولیٰ سے مانگی اور ہمیں مانگنی سکھائی۔

يَارَبِّ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّكَ دَائِمًا
فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا وَبَعْثٍ ثَانٍ

(قریشی محمد فضل اللہ)

والدین واقفین نو سے ضروری گذارش

الحمد للہ کہ آپ کا بچہ / بچی، وقف نو میں شامل ہے امید ہے کہ آپ انکی دینی اخلاقی تربیت کیلئے دن رات کوشاں رہتے ہوں گے۔ اسی طرح ان کی تعلیم کیلئے بھی پورا پورا دھیان رہے ہوں گے۔ یہ بچہ آپ کے پاس جماعت کی امانت ہے لہٰذا آپ نے اُن فرائض سے جو والدین واقفین نو کے اوپر عائد کئے گئے ہیں غافل نہیں ہونا ہے۔ یہ فرائض حضرت امیر المومنین نے بیان فرمائے ہیں جو کہ زیر عنوان "خطبات وقف نو" وکالت تحریک جدید وقف نو نے شائع کرائے ہیں۔ یہ خطبات اور نصاب واقفین نو جلسہ سالانہ اور سالانہ اجتماع کے مواقع پر قادیان میں بک سٹالوں میں دستیاب ہوتے ہیں اگر آپ کے پاس نہیں تو بذریعہ ڈاک دفتر وقف نو سے ذیل کے پتہ پر منگوا سکتے ہیں۔

Office Waqf-e- Nau Tahrik-e Jadid Qadian Punjab Pin 143516.

آپ سے دوسری گذارش یہ ہے کہ ہر صوبہ میں ایک کیریر پلاننگ کمیٹی وقف نو کیلئے تشکیل دی گئی ہے اس میں اپنی اپنی فیلڈ کے احمدی ماہرین شامل کئے گئے ہیں جو کہ وقف نو بچہ کے میٹرک لیول تک پہنچنے کے بعد اس کا جائزہ لیں گے کہ اس کا آئندہ مزید تعلیم کیلئے کون سی فیلڈ میں جانا مناسب رہے گا پھر اس فیلڈ میں اس کی سلیکشن ہو جانے کے بعد وہ اپنی حصول تعلیم کیلئے جو بھی تعاون چاہے گا انشاء اللہ حضور انور کے ارشاد کی تعمیل میں اسے دیا جائے گا۔

وکالت تحریک جدید شعبہ وقف نو نے ان کیریر پلاننگ کمیٹیوں کے صدر صاحبان و ممبران کو اطلاعات بھجوائی ہوئی ہیں۔ لہٰذا آپ اس تعلق میں اپنے صوبائی امیر سے رابطہ قائم کریں۔ جزاکم اللہ۔

(محمد اسماعیل طاہر قائمقام نیشنل سیکرٹری وقف نو بھارت)

جلسہ سالانہ قادیان

16-17-18 نومبر 2000ء کو ہوگا

احباب جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کی اطلاع کیلئے اعلان کیا جاتا ہے کہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے امسال بھی رمضان المبارک کے پیش نظر 109ویں جلسہ سالانہ قادیان کے انعقاد کیلئے 16-17-18 نبوت 1379 ہش بمطابق 16, 17, 18 نومبر 2000ء بروز جمعرات، جمعہ، ہفتہ کی تاریخوں کی منظوری مرحمت فرمائی ہے۔ احباب جماعت ابھی سے اس بابرکت سفر کی نیت کر کے تیاری شروع کر دیں۔ اور دعائیں کرتے رہیں کہ مرکز احمدیت قادیان دار الامان کا یہ جلسہ سالانہ غیر معمولی برکتوں کا حامل ہو۔

(ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان)

میں نبیوں کی عزّت اور حُرمت کرنا اپنے ایمان کا جُزو سمجھتا ہوں

لیکن نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کُل انبیاء پر میرے ایمان کا جُزو اعظم ھے اور میرے رگ و ریشہ میں ملی ہوئی بات ھے یہ میرے اختیار میں نہیں کہ اسکو نکال دوں

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام﴾

ارشادِ باری تعالیٰ

☆-وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ (الانبیاء ۱۰۸)

ترجمہ:- اور ہم نے تجھے دنیا کیلئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

☆- یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا (الاحزاب ۴۷)

ترجمہ:-اے نبی ہم نے تجھے اس حال میں بھیجا ہے کہ تو (دنیا کا) نگران بھی ہے (مومنوں کو) خوش خبری دینے والا بھی ہے اور (کافروں کو) ڈرانے والا بھی ہے اور نیز اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور ایک چمکتا سورج بنا کر (بھیجا ہے)

☆- لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا (الاحزاب ۳۲)

ترجمہ: تمہارے لئے (یعنی اُن لوگوں کیلئے) جو اللہ اور اخروی دن کے ملنے کی امید رکھتے ہیں اور اللہ کا بہت ذکر کرتے ہیں اس کے رسول میں ایک اعلیٰ نمونہ ہے (جس کی انہیں پیروی کرنی چاہئے)

☆- اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (سورۃ القلم آیت ۵)

ترجمہ :- (اس کے علاوہ ہم یہ بھی قسم کھاتے ہیں کہ) تو (اپنی تعلیم اور عمل میں) نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر قائم ہے۔

☆-مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْئٍ عَلِیْمًا۝ (الاحزاب:۴۱)

ترجمہ :- نہ محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ تھے نہ ہیں (نہ ہونگے) لیکن اللہ کے رسول ہیں بلکہ (اس سے بھی بڑھ کر) نبیوں کی مہر ہیں اور اللہ ہر ایک چیز سے خوب آگاہ ہے۔

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُعْطِیْتُ خَمْسًا لَمْ یُعْطَھُنَّ اَحَدٌ قَبْلِی نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِیْرَۃَ شَھْرٍ وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَھُوْرًا فَاَیُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِی اَدْرَکَتْہُ الصَّلٰوۃُ فَلْیُصَلِّ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِی وَاُعْطِیْتُ الشَّفَاعَۃَ وَکَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِہٖ خَاصَّۃً وَبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّۃً. (مُتفق علیہ)

ترجمہ :- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ باتیں ایسی عطا ہوئی ہیں کہ مجھ سے پہلے یہ کسی بھی نبی کو عطا نہیں ہوئیں۔ ☆-ایک ماہ کی مسافت سے رعب کے ساتھ میں مدد دیا گیا ہوں۔ ☆-میرے لئے تمام زمین مسجد اور پاکیزہ بنا دی گئی تا میری امت میں سے جس شخص پر بھی نماز کا وقت آجائے وہ نماز پڑھ لے۔ ☆-میرے لئے غنائم حلال کر دی گئیں جو مجھ سے قبل کسی کیلئے حلال نہیں ہوئیں۔ ☆-مجھے شفاعت کا حق ملا ہے۔ ☆-اور پہلے نبی کسی ایک خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور میں سب لوگوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔

کلمات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ (روحانی خزائن جلد ۲۲ حقیقت الوحی صفحہ ۱۱۸-۱۱۹)

مجھے سمجھایا گیا ہے کہ تمام رسولوں میں سے کامل تعلیم دینے والا اور اعلیٰ درجہ کی پاک اور پر حکمت تعلیم دینے والا اور انسانی کمالات کا اپنی زندگی کے ذریعہ سے اعلیٰ نمونہ دکھلانے والا صرف حضرت سیّدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (روحانی خزائن جلد ۱۷ اربعین نمبر ۱ صفحہ ۳۴۵)

ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جواں مرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار، رسولوں کا فخر، تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ و احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ (روحانی خزائن جلد ۱۲ سراج منیر صفحہ ۸۲)

وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دُعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس امی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ بِعَدَدِ ھَمِّہٖ وَغَمِّہٖ وَحُزْنِہٖ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ وَاَنْزِلْ عَلَیْہِ اَنْوَارَ رَحْمَتِکَ اِلَی الْاَبَدِ (روحانی خزائن جلد ۶ برکات الدعا صفحہ ۱۰-۱۱)

لیکن واقعات حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر کرنے سے یہ بات نہایت واضح اور نمایاں اور روشن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کے یک رنگ اور صاف باطن اور خدا کیلئے جانباز اور خلقت کے بیم و امید سے بالکل منہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکل کرنے والے تھے کہ جنہوں نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہو کر اس بات کی کچھ بھی پرواہ نہ کی کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آوے گی اور مشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دکھ اور درد اُٹھانا ہوگا۔ (روحانی خزائن جلد ۱ براہین احمدیہ صفحہ ۱۱۱)

کیا یہ حیرت انگیز ماجرا نہیں کہ ایک بے زر بے زور بے کس امی یتیم - تنہا - غریب ایسے زمانہ میں کہ جس میں ہر ایک قوم پوری پوری طاقت مالی اور فوجی اور علمی رکھتی تھی ایسی روشن تعلیم لایا کہ اپنی براہین قاطعہ اور حجج واضحہ سے سب کی زبان بند کر دی اور بڑے بڑے لوگوں کی جو حکیم بنے پھرتے تھے اور فیلسوف کہلاتے تھے فاش غلطیاں نکالیں اور پھر باوجود بے کسی اور غریبی کے ایسا زور دکھایا کہ بادشاہوں کو تختوں سے گرا دیا اور انہیں تختوں پر غریبوں کو بٹھایا اگر یہ خدا کی تائید نہیں تھی تو اور کیا تھی کیا تمام دنیا پر عقل اور علم اور طاقت اور زور میں غالب آجانا بغیر تائید الٰہی کے بھی ہوا کرتا ہے۔ (روحانی خزائن جلد ۱ براہین احمدیہ صفحہ ۱۱۹)

میرا مذہب ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ کیا جاتا اور کل نبی جو اس وقت تک گذر چکے تھے سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور اصلاح کرنا چاہتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہرگز نہ کر سکتے ان میں وہ دل وہ قوت نہ تھی جو ہمارے نبی کو ملی تھی اگر کوئی کہے کہ یہ نبیوں کی معاذ اللہ سوءِ ادبی ہے تو وہ نادان مجھ پر افتراء کرے گا میں نبیوں کی عزّت اور حرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کل انبیاء پر میرے ایمان کا جزو اعظم ہے اور میرے رگ و ریشہ میں ملی ہوئی بات ہے یہ میرے اختیار میں نہیں کہ اس کو نکال دوں۔ بدنصیب اور آنکھ نہ رکھنے والا مخالف جو چاہے سو کہے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام کیا ہے جو نہ الگ الگ اور نہ مِل مِل کر کسی سے ہو سکتا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۷۴)

خطبہ جمعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب کام دعاؤں کی برکت سے آسان ہو جاتے تھے۔

انہی دعاؤں کے معجزے تھے جو سارے عرب نے دیکھے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن دعاؤں کا حکم دیتے تھے وہ تب قبول ہونگی اگر دل کی گہرائی سے، سچے دل سے کی جائیں اور دن بھر کا عمل ان دعاؤں کی سچائی پر گواہی دے

پاکستان اور بعض دوسرے ممالک میں آج کل جماعت کو جن حالات کا سامنا ہے ان کے پیش نظر اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِی نُحُوْرِھِمْ وَ نَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ کی دعا خصوصیت سے بہت کرنی چاہئے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔
فرمودہ ۲۸/اپریل ۲۰۰۰ء بمطابق ۲۸/شہادت ۱۳۷۹ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

﴿هُوَ الْحَيُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾.

(سورة المومن آيت ٦٦)

وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس اُسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے اُسے پکارو۔ کامل تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی دعاؤں کا ذکر چل رہا تھا اور ابھی یہ ذکر جاری ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا تو اوڑھنا بچھونا ہی دعائیں تھیں۔ دن رات، اٹھتے بیٹھتے، صبح و شام اتنی دعائیں آپ نے کی ہیں کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ سوائے دعا کے زندگی بھر کوئی شغل ہی نہیں تھا مگر شغل تھے بھی، دعاؤں کی برکت سے ہی وہ شغل پورے ہوا کرتے تھے۔ لڑائیاں بھی کیں، بڑے بڑے مجالس میں مضامین بیان فرمائے۔ کثرت کے ساتھ نصیحتیں فرمائیں لیکن ان سب کے پس پشت آپ کی دعائیں تھیں جو کھڑی تھیں اور انہی دعاؤں کے معجزے تھے جو سارے عرب نے دیکھے۔ پس اب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بعض دعائیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں، ان دعاؤں سے پتہ چلتا ہے کہیں کہیں بیچ میں قرآن کریم کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں لیکن اس رنگ میں نہیں جس طرح بعینہٖ قرآن کریم میں موجود ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے انہی کی روشنی میں اپنی دعاؤں کو ڈھالا ہے۔

پہلی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے بخاری کتاب الدعوات سے لی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دن میں سو بار یہ کہا "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ حکومت اُسی کی ہے اور تمام تعریفیں اُسی کے لئے ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے"۔ اصل الفاظ اس کے جو بعضوں کو آسانی سے یاد بھی ہو سکتے ہیں وہ یہ ہیں "مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ . لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ"۔ جس نے سو دفعہ یہ دعا کی اس کے متعلق فرمایا تو اسے دس گردنوں کے (آزاد کرنے کے) برابر (ثواب) ملے گا۔

(بخاری کتاب الدعوات)

اب دس گردنوں کے آزاد کرنے کے برابر ثواب کا جو مضمون ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپ کے عشاق کو غلاموں کو آزاد کرنے کا بہت شوق تھا اور یہ جتنے بھی الزام مغرب کی طرف سے لگائے جا رہے ہیں سب جھوٹے ہیں۔ آپ نے تو جو دنیا میں پہلے سے غلام بنائے گئے تھے ان کو آزاد کرنے کے لئے اتنی جدوجہد فرمائی کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اور وہی سلسلہ اگر مسلمانوں میں چلتا تو دنیا سے غلامی نابود ہو چکی ہوتی۔ لیکن آج کل کی قوموں کا یہ حال ہے کہ غلام بنائے ہوئے ہیں۔ جو پہلے غلام تھے وہ انفرادی غلام تھے اب پوری کی پوری قومیں غلام ہیں اور دور بیٹھے ان کی غلامی کے سلسلہ کو بڑھائے چلے جا رہے ہیں۔ کوئی دنیا میں پتہ بھی ان کی رضا کے بغیر نہیں ہلتا ان معنوں میں کہ خدا بنے ہوئے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ ہماری رضا کے سوا پتہ بھی نہیں ہلنا چاہئے۔ کہیں دنیا کے کونے میں کچھ ہو جائے وہیں ان پر نظر ہوتی ہے اور آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ کس قدر ان کو غلام بنانے کی عادت ہے۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تو غلاموں کو آزاد کرنے کے لئے آئے تھے۔

فرمایا "اس کی ایک سو نیکیاں لکھ لی جائیں گی اور ایک سو برائیاں مٹادی جائیں گی اور اس دن شیطان سے اُسے ایک پناہ حاصل ہو گی یہاں تک کہ شام ہو جائے"۔ یہ دن کی دعائیں ہیں جو شام تک اسی طرح چلتی ہیں "اور کوئی شخص اس سے بہتر اعمال کے ساتھ حاضر نہیں ہو گا جن کے ساتھ یہ حاضر ہو گا سوائے اس کے کہ کوئی شخص اس سے زیادہ عمل بجالائے"۔ اب "سوائے اس کے" میں کون مراد ہو سکتا ہے۔ بہت سے ہیں جو درجہ بدرجہ مراد ہو سکتے ہیں۔ مگر میرے نزدیک تو اس میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہی مراد ہیں کیونکہ یہ سب کو دعا سکھا کر قربِ الٰہی کا ایک طریقہ سمجھایا اور پھر یہ متنبہ کر دیا کہ ہاں ایسا شخص ہو سکتا ہے جو عمل میں تم سب سے بہت زیادہ ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی انکساری کا طریق یہ تھا کہ اپنا ذکر الفاظ میں چھپا کر کیا کرتے تھے۔ پس میرے نزدیک یہاں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا خود اپنے بارے میں ذکر ہے۔

ایک دوسری حدیث سنن ابی داؤد کتاب الادب سے لی گئی ہے عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ اَنَّ اَبَابَكْرٍ الصِّدِّيق رضی الله عنه قال يا رسول الله مُرْنِی بِكَلِمَاتٍ اَقُوْلُهُنَّ اِذَا اَصْبَحْتُ وَاِذَا اَمْسَيْتُ ۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ! مجھے کچھ ایسے کلمات پڑھنے کا حکم دیں جو میں صبح بھی پڑھوں اور شام بھی پڑھوں۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دعا کیا کرو۔ اے اللہ جو زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا ہے غیب اور حاضر کو جانتا ہے۔ ہر چیز کا ربّ اور اس کا مالک ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں اپنے نفس کے شر، شیطان کے شر اور اس کی مشرکانہ باتوں کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

"ہر چیز کا رب اور اس کا مالک ہے"۔ یہ دو طرفہ مضمون ہے جو مالک ہو اس کی ذمہ داری ہے کہ ربوبیت بھی کرے اور اس سے تمام بنی نوع انسان کو یہ سبق سیکھنا چاہئے کہ جہاں رب بنتے ہیں، جہاں مالک بنتے ہیں وہاں ربوبیت بھی کرو اور اگر ربوبیت کرتے ہو تو مالک بنو گے ورنہ نہیں۔ تو یہ دو طرفہ مضمون ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دعا جب تم صبح کرو اس وقت کرو اور جب شام ہو اس وقت کرو۔ "جب صبح کرو" یعنی جب تمہاری صبح ہو اس وقت بھی یہ دعا کیا کرو اور جب شام ہو پھر اس وقت بھی یہ دعا کیا کرو اور جب اپنے بستر پر لیٹو اس وقت بھی یہ دعا کیا کرو۔

ایک حدیث ابوداؤد کتاب الادب سے لی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا "تم سورۃ اخلاص اور بعد کی دو سورتیں صبح و شام تین بار پڑھا کرو۔ یہ ذکر تجھے ہر چیز سے بے نیاز کر دے گا یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری تمام ضرورتوں کا متکفل ہو جائے گا"۔ اب اس میں تین سورتوں، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ کا ذکر ہے اور یہاں تین مرتبہ فرمایا ہے، تین مرتبہ پڑھا کرو۔ تو جن لوگوں کے لئے لمبی دعائیں کرنا مشکل نہ ہو ان کو بھی چھوٹی چھوٹی دعائیں بھی سمجھا دی تھیں تاکہ ان دعاؤں کے ذریعہ سے وہ اعلیٰ درجات حاصل کریں۔

اب دیکھیں سو دفعہ یا تین سو دفعہ نہیں بلکہ تین دفعہ فرمایا ہے۔ تین دفعہ صبح بھی پڑھو اور شام کو بھی پڑھو لیکن ان تین دفعہ پڑھنے کے نتیجے میں تم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہو گے اور پناہ میں آ جاؤ گے کیونکہ یہ تینوں دعائیں شیطان کے شر سے بچنے کے لئے اور اس کے اثرات سے بچنے کے لئے ہیں۔ پس یہ مطلب نہیں ہے کہ منہ سے نکال دو یہ دعائیں اور وہی بات پوری ہو جائے گی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جو دعائیں کرنے کا حکم دیتے ہیں وہ تب مقبول ہوتی ہیں جب دل سے کی جائیں اور عمل سے بھی کی جائیں۔ تو بظاہر چھوٹی سی بات ہے تین دفعہ یہ دعائیں پڑھنا لیکن سارا دن کا عمل ان کی سچائی کو ثابت کرے گا اور سارے دن کا عمل ان کو جھٹلا بھی سکتا ہے۔ پس اگر یہ دعائیں کرو تو اللہ تعالیٰ ہر دوسری چیز کی ضرورت سے تمہارا متکفل ہو جائے گا۔ جن لوگوں کو دنیا کی مشکلات میں خدا کی پناہ چاہئے اموال کی کمی ہو، ضرورتیں ہوں، ان سب کے لئے یہی دعا آنحضور ﷺ نے فرمائی۔ یہ کافی ہو جائے گی اگر سچے دل سے کرو گے اور اس میں یہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ تین دفعہ سے مراد یہ نہیں کہ صرف تین دفعہ پہ اکتفا کر جاؤ۔ تین دفعہ کم سے کم طاقت رکھنے والے انسان کے لئے ہے جس کو زیادہ کی توفیق ملے اس کو سارا دن یہ دعائیں کرنے کی توفیق ملے تو وہ سارا دن بھی کر سکتا ہے۔ چھوٹی سی دعائیں ہیں اور ان کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

ایک مسلم کتاب الذکر والدعاء والتوبہ والاستغفار سے حدیث لی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب شام ہوتی تو یہ دعا کرتے اے اللہ میں تجھ سے اس رات کی بھلائی مانگتا ہوں اور اس رات کے شر سے اور اس کے بعد کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ میں سستی اور کبر کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ میں آگ کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

"رات کے شر سے اور اس کے بعد کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔ رات کے شر میں موت بھی واقع ہو جاتی ہے اور اس شر میں وہ بات شامل ہے جیسا کہ آگے ایک حدیث میں اس کا ذکر ملے گا۔ پھر "سستی سے اور کبر کی برائی سے"، سارا دن کام کرنے کے بعد انسان اپنا جائزہ لے سکتا ہے کہ میں نے کن معاملات میں سستی کی، کن موقعوں کو کھو دیا۔ تو جب یہ دعائیں کرے گا تو پھر اس کو توفیق ملے گی کہ آئندہ اس سستی سے بچے اور کبر کے لئے فرمایا کہ جو سمجھتا ہے کہ میں نے سستی نہیں کی اور بہت اچھا صرف ہوا، بہت بڑا کام کیا، اس کے دل میں تکبر پیدا ہو سکتا ہے تو اس کو بھی خدا کے حضور جھکنے کی نصیحت فرمائی گئی ہے کہ تم اپنی بڑائی نہ سمجھنا جو کچھ پایا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے پایا ہے۔

آخر پہ ہے "اے اللہ میں آگ کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔

قبر کے عذاب سے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بہت تاکید فرمائی ہے اور قبر میں سمجھتا ہوں ایک دنیا کی بھی قبر ہے اور وہی قبر جو ہے وہ متمثل ہو جائے گی دوسری دنیا کی قبر میں۔ بہت سے انسان اپنی قبروں میں سوئے پڑے ہیں اور ان کو عذاب تو ہو رہا ہے لیکن ان کو اس وقت محسوس نہیں ہو رہا، جب وہ مریں گے تو اس قبر سے جس سے واپس آنا ممکن نہیں اس میں وہ محسوس کریں گے کہ زندگی بھر ہم نے اسی قبر میں گزاری تھی لیکن اس کے عذاب کو محسوس نہیں کیا یا بعض کرتے بھی ہونگے تو چھپا کے کرتے ہونگے۔ سینہ کو غیروں سے چھپا کر اسی قبر میں جلتے بھی رہتے ہیں۔ ایسے بہت سے واقعات ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں جن کو ہم خود سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے سینوں کی قبروں میں جل رہے ہوتے ہیں اس لئے قبر کے عذاب سے پناہ کی دعا میں بہت اہتمام کرنا چاہئے۔ ہمیشہ قبر کے عذاب سے خواہ وہ زندگی کی قبر ہو یا مرنے کے بعد کی اس کے عذاب سے پناہ مانگنی چاہئے۔

تبلیغ دین و نشر ہدایت کے کام پر ☆ مائل رہے تمہاری طبیعت خدا کرے

JANIC EXIMP

Manufacturers & Exporters of All kinds of Fashion Leather Products & General order Suppliers & Importers.

Off : 16D, Topsia 2nd Lane
Mullapara, Near Star Club
Calcutta - 700039

Ph. 3440150
Tle. Fax : 3440150
Pager No.: 9610 - 606266

پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق حضرت حذیفہؓ بن یمان بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ جب سونے کے لئے بستر پر تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے۔ میں تیرے نام ہی سے مرتا ہوں اور تیرے نام کے ساتھ ہی زندہ ہوتا ہوں اور جب اٹھتے تو یہ دعا پڑھتے تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کر دیا اور اسی کی طرف ہمارا اٹھایا جانا ہے۔

ایک بخاری کتاب الدعوات سے حدیث لی گئی ہے۔ براء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: جب تو اپنے بستر کا قصد کرے تو یہ دعا پڑھا کر: اے اللہ! میں اپنے آپ کو تیرے حوالے کرتا ہوں۔ اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کرتا ہوں، تیری طرف اپنا رُخ کرتا ہوں اور رغبت اور خوف کی حالت میں تیرا ہی سہارا ڈھونڈتا ہوں۔ تیری مشیت کے خلاف کوئی پناہ یا نجات نہیں مل سکتی۔ اس کتاب پر جو تُو نے اتاری ہے ایمان لاتا ہوں اور اس نبی پر بھی ایمان لاتا ہوں جسے تُو نے بھیجا۔ پھر حضور نے فرمایا کہ اس دعا کی حالت میں اگر نیند میں ہی موت بھی واقع ہو جائے تو پھر تو گویا فطرت پر مرے گا۔

فطرت پر مرنے سے مراد یہ ہے کہ اس دعا کے ذریعہ سب گناہ معاف ہو جائیں گے اور نوزائیدہ بچہ جس طرح مر جاتا ہے اس طرح تو پاک و صاف مرے گا۔

ایک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بخاری کتاب الدعوات میں روایت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر آئے تو پہلے لحاف کو اندر کی جانب سے اچھی طرح جھاڑ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے بعد اس میں کیا چیز آ گئی ہے۔

یہ دیکھیں کتنا خیال ہے اپنی امت کا آدمی حیران رہ جاتا ہے چھوٹی چھوٹی نصیحتیں ہیں بڑے بڑے فوائد ہیں۔ بعض دفعہ بستروں میں سانپ گھس جاتے ہیں اور خاص طور پر سندھ میں میں نے یہ تجربہ کر کے دیکھا ہے کہ وہاں بہت ہی ضروری ہے کہ اپنے بستر کو جھاڑا جائے کیونکہ بعض دفعہ بچھو گھس جاتے ہیں بعض دفعہ سانپ گھس جاتے ہیں اور یہاں بھی اسلام آباد میں بعض دفعہ مکڑیاں بستر میں گھسی ہوئی ہوتی ہیں۔ اس حدیث کی برکت سے میں ان سے بچتا ہوں۔ جب لحاف اٹھا کے دیکھتا ہوں تو اس وقت چلتے پھرتے جانور نظر آ جاتے ہیں۔ تو آنحضور ﷺ کے فرمودات دن رات ہماری حفاظت کر رہے ہیں۔ کوئی لمحہ نہیں جب حضور ﷺ کو اپنی امت کی فکر نہ ہو، ہر پہلو سے ہر بات بیان فرما دی۔ دن رات درود بھیجیں آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر تو اس کا بدلہ نہیں اتر سکتا۔ اللہ ہی ہے جو آپ پر رحمتیں فرمائے اتنی کہ بے حساب۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر درود بھیجنے کی جو تاکید فرمائی ہے یونہی نہیں بہت گہری حکمتیں ہیں اس میں۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سہل نے کہا کہ ہم میں سے کوئی اگر سونے کا ارادہ کرے تو ابو صالح اسے حکم دیتے ہیں کہ اپنے دائیں پہلو پر لیٹے پھر یہ دعا پڑھے: اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کے رب اور عرش عظیم کے رب جو ہمارا اور ہر چیز کا رب ہے۔ اے دانے اور گٹھلی کے پھاڑنے والے اور تورات اور انجیل اور فرقان کے نازل کرنے والے میں ہر اس چیز سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس کی چوٹی کو تو پکڑے ہوئے ہے۔ اے اللہ تو اول ہے تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں۔ اور تو آخر ہے تیرے بعد کوئی چیز نہیں۔ اور تو ظاہر ہے اور تجھ سے اوپر کوئی چیز نہیں۔ اور تو باطن ہے اور تجھ سے مخفی تر بھی کوئی چیز نہیں۔ ہماری طرف سے ہمارا قرض چکا دے اور ہمیں فقر سے مستغنی کر دے۔ اور یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے حضرت سہل بیان کیا کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تک اس روایت کو پہنچایا کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنن ابن ماجہ میں کتاب الدعاء میں مروی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم صبح اٹھو تو یہ دعا کیا کرو کہ اے اللہ! تیری ہی توفیق سے ہم نے صبح کی اور تیری ہی توفیق سے ہم نے شام کی اور تیرے ذریعہ ہی ہم زندہ رہتے ہیں اور تیرے ذریعہ ہی ہم مرتے ہیں اور تیری طرف ہی ہم نے زندہ ہونے کے بعد اٹھ کر آنا ہے اور جب شام ہوتی تو آپ کہا کرتے تھے اے اللہ! ہم نے تیری توفیق کے ساتھ شام کی اور تیری توفیق سے ہم زندگی گزارتے ہیں اور تیرے ذریعہ ہی مرتے ہیں اور تیری طرف ہی واپس لوٹ کر آنا ہے۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا جو شخص رات کو اچانک بیدار ہونے پر یہ دعا پڑھے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اس کی ہے اور حمد کا بھی صرف وہی مستحق ہے اور وہ ہر ایک چیز کے کرنے پر قادر ہے۔ سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اللہ پاک ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ بہت بڑا ہے اور کسی کو برائی سے بچنے کی طاقت نہیں اور نہ نیکی بجا لانے کی قوت ہے مگر اللہ کے ذریعہ سے۔ پھر یہ دعا کرے کہ اے اللہ مجھے بخش دے یا اس نے کوئی بھی دعا کی تو اس کی دعا قبول

ہو گی۔ اگر وہ اٹھ کر وضو کرے اور نوافل ادا کرے تو اس کی نماز بھی مقبول ہو گی۔

یہاں یہ مراد نہیں ہے کہ جب بھی رات کو اچانک آنکھ کھلے اسی وقت اٹھ کے نوافل پڑھے۔ اس کا ذکر ایک اور حدیث میں بھی ملتا ہے کہ رات کو اٹھتے تھے یہ دعا کرتے تھے اور پھر سو جاتے تھے اور پھر تہجد کے لئے آپ اٹھا کرتے تھے اور پھر یہ دعائیں سب دوہراتے تھے۔ تو اس لئے یہ نہ کوئی سمجھ لے کہ جب بھی رات کو آنکھ کھلے، بعض لوگوں کی تین تین چار چار بار آنکھ کھلتی ہے تو اٹھتے ہی فوراً وضو کیا کریں اور تہجد پڑھا کریں۔ تہجد اپنے وقت پر ہی پڑھی جائے گی۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضورؐ جب تہجد کے لئے کھڑے ہوتے تو یہ دعا کرتے: اے میرے اللہ تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔ تُو زمین اور آسمانوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کا نور ہے۔ تُو زمین و آسمان اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اس کا قَیّم یعنی قائم رکھنے والا ہے۔ تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔ تُو حق ہے، تیرا وعدہ اور تیری بات حق ہے، تیری ملاقات حق ہے، جنت اور آگ اور (قیامت کی) گھڑی حق ہے۔ انبیاء حق ہیں اور محمد ﷺ حق ہیں۔ اے اللہ میں تیرا فرمانبردار ہوں اور تجھ پر توکل کرتا ہوں اور تیری ہی طرف جھکتا ہوں۔ اور تیری دی ہوئی قوت سے ہی مخاصمت کرتا ہوں۔ اور تجھ سے ہی فیصلہ چاہتا ہوں۔ میرے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔ میرے ظاہر و باطن کو بھی بخش دے۔ تُو ہی ترقیات بخشنے والا ہے اور تُو ہی محروم کرنے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ (بخاری کتاب الدعوات)

یہ روایت بھی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بخاری ہی میں مروی ہے۔ کیونکہ دونوں صحابی تھے اس لئے رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہنا چاہئے۔ ابن عباس بھی صحابی اور حضرت عباس بھی صحابی۔ روایت ہے کہ مَیں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ساتھ ایک رات حضرت میمونہؓ کے ہاں بسر کی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم رات کو اٹھے اور قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ پھر آپؐ نے چہرہ مبارک اور ہاتھ دھوئے۔ پھر آپؐ سو گئے۔ اس لئے وہ جو پہلی روایت تھی یہ روایت اس کی تشریح کر رہی ہے کہ ہر دفعہ اٹھنے پر تہجد نہیں پڑھا۔ فارغ ہوئے، چہرہ صاف کیا، ہاتھ دھوئے اور پھر سو گئے۔ کچھ دیر کے بعد پھر اٹھے اور مشکیزہ کے پاس تشریف لا کر اس کی رسی کھولی، وضو فرمایا......... راوی بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے: اے اللہ! میرے دل میں نور عطا فرما اور میری آنکھوں میں اور میرے کانوں میں نور عطا فرما۔ میری دائیں طرف اور میری بائیں طرف بھی نور عطا فرما۔ میرے اوپر اور میرے نیچے بھی نور عطا فرما۔ میرے آگے بھی نور عطا فرما اور پیچھے بھی نور عطا فرما۔ مجھے نور ہی نور عطا فرما دے۔

پس آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے گویا مجسم نور کر دیا تھا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں جس طرح بریلوی خیال کرتے ہیں کہ حضور انسان تھے ہی نہیں، جسم ہی نہیں تھا صرف نور تھا۔ سایہ بھی نہیں ہوا کرتا تھا۔ یہ محض آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی پر حکمت باتوں کو نہ سمجھنے کے نتیجہ میں بعد کے جاہل علماء نے باتیں بنائی ہیں۔ آنحضورؐ نور تھے یعنی خدا کا نور تھا جو آپ کے جسم میں گھلا ہوا تھا۔ آپ کے دل پر اس نور کی حکومت تھی۔ آگے پیچھے، دائیں بائیں آپ ہی کا نور چلتا تھا یہاں تک کہ بعض صحابہ کو بھی آپ نے یہ نور عطا فرمایا۔ یعنی آپ کی برکت سے صحابہ بھی نور ہو گئے اور رات کو چلتے وقت بعض صحابہ نے یہ عجیب نظارہ دیکھا کہ ان کے پاس کوئی روشنی نہیں تھی لیکن ایک نور تھا جو ان کے چہرہ سے نکل کر آگے بڑھ رہا تھا اور وہ اس روشنی میں قدم اٹھا رہے تھے۔ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا نور جیسا کہ قرآن کریم میں سورۃ نور میں ذکر آتا ہے آپؐ کے صحابہ کے گھروں میں بھی روشن ہوا ہے اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ اس زمانہ میں بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہی کی برکت سے وہی نور دوبارہ ہم سب میں روشن ہو گا۔

پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ایک روایت بخاری کتاب الدعوات میں قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے انس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اُمّ سلیمؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے عرض کی کہ یہ انس ہے یہ آپ کی خدمت میں رہے گا۔ اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا "اے اللہ اس کو بہت مال اور اولاد دے۔ اور جو تو نے اسے عطا کیا ہوا ہے اس میں اس کے لئے برکت رکھ دے"۔ تو اپنی خدمت کرنے والوں کے لئے آنحضور ﷺ بہت دعا کیا کرتے تھے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ یہ مسلم سے لی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یوم قریظہ کے دن حسان بن ثابت سے فرمایا مشرکین کی ہجو کرو جبرائیل تمہارے ساتھ ہے۔

اب یہاں ہجو کا مضمون ہے حالانکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَسُبُّو االَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوْا اللّٰہَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ لیکن یہاں ان کی ہجو ہے جو پہلے ہی خدا تعالیٰ کی ہجو کر رہے تھے۔ خدا اور اس کے پاک بندوں کی ہجو کر رہے تھے تو ان کی ہجو کرنا جائز ہے بلکہ اس کا حکم ہے اور فرمایا کہ جبرائیل تمہاری مدد کرے گا۔

اسی طرح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی جب دشمنوں کی ہجو کہی ہے یا ہجو کی ہے تو اس حدیث کے تابع کی ہے اس میں کوئی بھی برائی نہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس ہجو میں جبرائیل سے آپ کی مدد فرمائی۔ چنانچہ جیسا کہ اس روایت میں ہے مشرکین کی ہجو کرو جبرائیل تمہارے ساتھ ہے، حضرت حسان جب کفار کے جواب میں ہجو یہ اشعار پڑھتے تھے تو حضورؐ ساتھ ساتھ فرماتے تھے میری طرف سے جواب دیتے جاؤ۔ اللہ روح القدس کے ذریعہ تمہاری مدد فرمائے۔

تو اس زمانہ میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضور ﷺ کی طرف سے ہی ہجو کرتے تھے اور وہ جو عیسائیوں نے شور مچایا ہوا ہے وہ ہجو بھی ان کی شرارتوں کی وجہ سے کی گئی ہے اور آنحضورؐ کی طرف سے آپ جواب دیا کرتے تھے اور آپ کی اس دعا کے تابع تھے، اس کے سائے تلے یہ ہجو کیا کرتے تھے کہ خدا تیری روح القدس سے مدد فرمائے۔

ایک روایت ترمذی کتاب الدعوات سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ آنحضور ﷺ جب کسی مجلس سے اٹھتے تو آپ دعا کرتے اے میرے اللہ! تو ہمیں اپنا خوف عطا کر جسے تو ہمارے گناہوں کے درمیان روک بنا دے اور ہم سے تیری نافرمانی سرزد نہ ہو اور ہمیں اطاعت کا وہ مقام عطا فرما جس کی وجہ سے تو ہمیں جنت میں پہنچا دے اور اتنا یقین بخش کہ جس کی وجہ سے دنیا کے مصائب کو ہم پر آسان کر دے۔ جتنا یقین بڑھے اتنا ہی مصائب آسان ہو جاتے ہیں۔ اے میرے اللہ! ہمیں اپنے کانوں، اپنی آنکھوں اور اپنی طاقتوں سے زندگی بھر صحیح صحیح فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرما اور ہمیں اس کی بھلائی کا وارث بنا۔ اور جو ہم پر ظلم کرے اس سے تو ہمارا انتقام لے۔ جو ہم سے دشمنی رکھتا ہے اس کے برخلاف ہماری مدد فرما۔ اور دین میں کسی ابتلا کے آنے سے بچا اور ایسا کر کہ دنیا ہماری سب سے بڑا غم اور فکر نہ ہو اور نہ دنیا ہمارا مَبْلَغِ عِلم ہو اور ایسے شخص کو ہم پر مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے اور مہربانی سے پیش نہ آئے۔

یہ حدیث ریاض الصالحین کتاب الدعوات سے لی گئی ہے۔ عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کے والد حصین کو یہ دو کلمات سکھائے تھے جس سے وہ دعا کیا کرتے تھے۔ اے اللہ مجھے میری ہدایت کے ذرائع الہام کر اور میرے نفس کے شر سے مجھے محفوظ رکھ۔ اَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا کا مضمون ہی ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہاں بیان فرمایا ہے۔

ایک حدیث مسلم کتاب الذکر والدعاء سے حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص بیان کرتے ہیں کہ میں نے خولہ بنت حکیم اَلسُّلَمِیَّۃ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو کوئی کسی گھر میں قیام پذیر ہو، پھر اللہ کے کامل کلمات کے ذریعہ ہر اس چیز کے شر سے پناہ مانگے جو اس نے پیدا کی ہے تو اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ یہاں تک کہ وہ اپنے اس گھر سے رخصت ہو جائے۔

اس کے ترجمہ میں میرا خیال ہے کچھ نقص رہ گیا ہے۔ اصل میں یہاں مسافر کا ذکر چل رہا ہے۔ مَنْ نَزَلَ مَنْزِلًا ثُمَّ قَالَ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ حَتّٰی یَرْتَحِلَ مِنْ مَّنْزِلِہٖ۔ تو صاف نظر آتا ہے کہ یہاں مسافروں کو دعا سکھائی گئی ہے جس منزل پر بھی اتریں وہاں یہ دعا کیا کریں۔ تو ہر منزل کے اپنے اپنے شر ہوتے ہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ اسے بچائے گا اور پھر جب وہ دوبارہ سفر اختیار کریں تو پھر یہی دعا دوہرایا کریں۔ جتنی منزلیں طے کرنی ہیں ہر منزل پر یہی دعا جاری رہے۔

ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الدعاء۔ حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ جب کسی لشکر کو روانہ کرتے تو فرماتے: میں اللہ کے پاس تمہارے دین، تمہاری امانتداری اور تمہارے اچھے اعمال کو بطور امانت رکھتا ہوں۔

اب لشکر کو جہاد کے لئے روانہ کر رہے ہیں اور بظاہر یہ انسان سوچتا ہے کہ اللہ تمہیں ہر شر سے بچائے دشمنوں سے مگر جو شہید ہو وہ تو ہر شر سے بچ گیا۔ پس آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ان کو زندگی کی دعائیں نہیں دیا کرتے تھے بلکہ جو امانتیں ان کے سپرد تھیں ان امانتوں کی حفاظت کی ذمہ داری ادا کرنے کی دعا کیا کرتے تھے تاکہ جب وہ جان آفریں کے سپرد اپنی جان کریں تو شہادت کی موت امانت کا بوجھ اٹھائے ہوئے، اس کا حق ادا کرتے ہوئے واقع ہو۔ پس اس پہلو سے یہ حدیث دوبارہ سن کے سمجھیں "تمہارے دین، تمہاری امانت داری اور تمہارے اچھے اعمال کو بطور امانت رکھتا

ہوں"۔

اب ثبات قدم کے تعلق میں بعض دعائیں۔ مسند احمد بن حنبل میں یہ روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہابیان کرتی ہیں کہ آنحضور ﷺ جب بھی اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاتے تو یہ دعا کرتے: اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنی اطاعت پر قائم رکھ۔

پس آنحضور ﷺ جو سب سے زیادہ جن کو ثبات قدم عطا فرمایا گیا تھا آپؐ بھی دعاؤں سے غافل نہیں تھے اور جانتے تھے کہ یہ ثبات قدم اللہ ہی کی وجہ سے مجھے ہے اور وہ لوگ جن کی زندگی الٹتی پلٹتی رہتی ہے کبھی شر سے مارے جاتے ہیں کبھی خیر کے نتیجے میں مارے جاتے ہیں ان کو خصوصیت سے یہ دعا کرتے رہنا چاہئے۔

ایک روایت ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب ما یقول اذا خاف قوماً۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ کو جب کسی دشمن کے حملہ کا ڈر ہوتا تھا تو آپ یہ دعا مانگتے: "اے اللہ ہم تجھے ان کے سینوں میں کرتے ہیں"۔ یعنی تیرا رعب ان کے سینوں میں بھر جائے۔ "اور ہم ان کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں"۔

یہ بہت ہی ضروری دعا ہے جو آجکل کے حالات میں خصوصاً پاکستان میں جو مظلوم ہیں ان کے حق میں کرنی چاہئے اور میں کبھی بھی اس سے غافل نہیں رہتا اور ہمیشہ اس کا بہت اچھا اثر دیکھا ہے۔ غیر معمولی طور پر اللہ تعالیٰ برکت ڈالتا ہے اور بظاہر جن کے شر سے پناہ کی کوئی صورت نہیں ہوتی جب خدا کو ان کے سینوں میں داخل کریں یعنی خدا کے رعب ان کے سینوں میں بھریں تو پھر بعض دفعہ کایا پلٹ جاتی ہے۔ تو یہ دعا آج کل کے حالات میں خصوصیت سے اہل پاکستان کے مظلوم احمدیوں کے حق میں کرنی چاہئے۔ باقی دنیا میں بھی جو کچھ ہو رہا ہے بنگلہ دیش میں، ہندوستان میں، سب جگہ یہی دعا ہے جو ہماری طرف سے ان کے لئے ایک ڈھال بن جائے گی۔

مسلم کتاب الجہاد میں حضرت عبداللہ بن عوفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے ان دنوں میں جبکہ آپ کو ایک دشمن سے جنگ لڑنا تھی سورج ڈھلنے کا انتظار کیا اور پھر آپ کھڑے ہوئے اور بطور نصیحت فرمایا: اے لوگو! دشمن سے مڈھ بھیڑ کی آرزو نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ سے خیر وعافیت کی دعا مانگو لیکن جب تم کو دشمن کا مقابلہ کرنا ہی پڑے تو صبر کا مظاہرہ کرو اور سمجھ لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے دعا مانگی۔ اے اللہ! تو کتاب نازل کرنے والا ہے، بادلوں کو چلانے والا ہے، دشمن کی جمعیتوں کو شکست دینے والا ہے سو تو اس دشمن کو شکست دے اور ان کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔

اب بادلوں کو چلانے کا اس میں کیا ذکر آیا۔ کتاب نازل ہوتی ہے آسمان سے اور بادل رحمت کی بارشیں بھی برساتے ہیں روحانی طور پر اور دنیاوی طور پر بھی مردہ زمینوں کو زندہ کرنے والے ہیں اور بادلوں میں بجلیاں کڑکتی ہیں اور ان لوگوں کو بھسم کر دیتی ہیں جن کو خدا تعالیٰ کی تقدیر چاہے کہ بھسم کر دے۔ تو اس لئے کوئی کلمہ بھی اپنے مقام سے ہٹا ہوا نہیں۔ کتاب کے نزول کے ساتھ ہی آسمان کی طرف سے بادلوں کا چلنا اور ان کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی روحانی برکتیں اور کتابوں کا نزول ان سب کی طرف حضور کی توجہ ہوئی اور پھر دشمن کو ان بجلیوں سے بھسم کر دے جو آسمان سے تیرے فضل کے اظہار کے لئے نازل ہوا کرتی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بخاری میں روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی کسی تکلیف کے پہنچنے کی وجہ سے موت کی خواہش نہ کرے اگر بہر حال موت کی تمنا کرنا ہی چاہے تو یہ دعا کرے کہ اے اللہ جب تک میرے لئے زندگی بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لئے موت بہتر ہو تو مجھے موت دے دے۔

پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسلم میں یہ روایت ہے کہ آنحضور ﷺ یہ دعا

ESTD:18
MFRS OF ARMY INDUSTRIAL AND CIVILIAN FANCY SHOES
M. MOOSA RAZA SAHIB & SONS
NO 6 ALBERT VICTOR ROAD FORT
BANGALORE - 560002 INDIA
☎: 6700558 FAX: 6705494

شریف جیولرز
پروپرائیٹر حنیف احمد کامران۔ حاجی شریف احمد
اقصیٰ روڈ۔ ربوہ۔ پاکستان۔
☎ دوکان: 0092-4524-212515
رہائش: 0092-4524-212300
روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ

کیا کرتے تھے خدائے واحد کے سوا کوئی معبود نہیں اس نے اپنے لشکر کو تقویت بخشی اور اپنے بندے کی نصرت فرمائی اور احزاب کو مغلوب کیا۔

پھر بخاری میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ بدر کے روز آنحضور ﷺ جب کہ آپ ایک خیمہ میں موجود تھے آپ یہ دعا کر رہے تھے: "اے اللہ میں تجھے تیرے عہد اور وعدہ کا واسطہ دیتا ہوں، اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔

یعنی عبادت کا معراج آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تھے اور وہ آپؐ کے صحابہ تھے۔ اگر وہ مٹ جاتے تو عبادت کا مضمون ہی دنیا سے غائب ہو جاتا۔ یہ ایک امکان کی بات نہیں یہ دعا کرنے کا ایک گر ہے، التجا کا ایک طریقہ ہے جو سب سے زیادہ مسلمانوں کو جنگ بدر میں بچانے کا موجب بنا۔

یہ خیمہ میں آنحضورؐ دعا کر رہے تھے اور شدتِ گریہ سے چادر سر سے اترتی جاتی تھی اور حضرت ابو بکر چادر کو پھر سیدھا کر دیتے تھے، اوپر رکھ دیتے تھے۔ آخر انہوں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! اب بس کیجئے، آپ نے اللہ کے حضور بہت عاجزانہ تضرعات کر لی ہیں۔ حضور اس وقت زرہ پہنے ہوئے تھے اسی حالت میں خیمہ سے باہر آئے اور فرمایا جمعیتیں شکست کھائیں گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلیں گی بلکہ ساعت ان کے وعدہ کی گھڑی ہے اور ساعت بہت ہلاکت خیز اور تلخ ہے۔ یہ وہ پیشگوئی تھی جو آنحضور ﷺ نے اس وقت فرمائی اور بعینہٖ لفظاً لفظاً پوری ہوئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس پڑھ کر میں اب اس خطاب کو ختم کرتا ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "انسان کو مشکلات کے وقت اگرچہ اضطراب ہوتا ہے مگر چاہئے کہ توکل کو کبھی ہاتھ سے نہ دے۔ آنحضرت ﷺ کو بھی بدر کے موقع پر سخت اضطراب ہوا تھا چنانچہ عرض کرتے تھے یَا رَبِّ اِنْ اَھْلَکْتَ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ فَلَنْ تُعْبَدَ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا ۔ مگر آپ کا اضطراب فقط بشری تقاضا سے تھا کیونکہ دوسری طرف توکل کو آپ نے ہرگز ہاتھ سے نہیں جانے دیا تھا۔ آسمان کی طرف نظر تھی اور یقین تھا کہ خدا تعالیٰ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ یاس کو قریب نہیں آنے دیا تھا۔ ایسے اضطرابوں کا آنا تو انسانی اخلاق اور مدارج کی تکمیل کے واسطے ضروری ہے مگر انسان کو چاہئے کہ یاس کو پاس نہ آنے دے کیونکہ یاس تو کفار کی صفت ہے۔ انسان کو طرح طرح کے خیالات اضطراب کا وسوسہ ڈالتے ہیں مگر ایمان ان وساوس کو دور کر دیتا ہے۔ بشریت اضطراب خریدتی ہے اور ایمان اس کو دفع کر دیتا ہے"۔ (ملفوظات جلد سوم جدید ایڈیشن صفحہ ۱۴۳)

اگر تم نے اخلاق سیکھنے ہیں تو محمد رسول اللہ ﷺ کے قدم چومو کیونکہ وہیں سے تمہیں اخلاق ملیں گے۔
(ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

ارشاد نبویؐ
خَیر الزَّادِ التَّقویٰ
سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے
منجانب
رکن جماعت احمدیہ ممبئی

طالبان دُعا:-
آٹو ٹریڈرز
Auto Traders
16 مینگو لین کلکتہ 700001
دکان- 248-1652, 248-5222
رہائش- 243-0794, 27-0471

PRIME AUTO PARTS
HOUSE OF GENUINE SPARES
AMBASSADOR & MARUTI

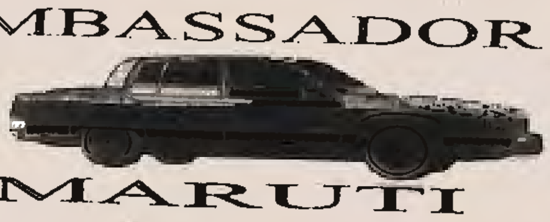

P, 48 PRINCEP STREET
CALCUTTA- 700072 ☎2370509

QURESHI ASSOCIATES
Manufacturer-Exporter-Importer of Leather, Silk & Cotton garments Leather Accessories, INDIAN Novelties & all kinds of Indian products.
Contact Person :- M. S. QURESHI (Prop)
Tel : 91-11-3282643 Fax : 91-11-3263992
Postal Address :- 4378/4B, Ansari Road
Daryaganj New Delhi-110002
(INDIA)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور پاکیزہ تعلیم

از سیدنا حضرت اقدس مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

ذیل میں سیدنا حضرت اقدس مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا لیکچر درج کیا جاتا ہے جو 28 ستمبر 1924 کو لنڈن میں بزبان انگریزی سنایا گیا۔ (ادارہ)

صدر جلسہ! میرے عزیز نوجوانان انگلستان!! بہنو اور بھائیو!! مجھے نہایت خوشی ہوئی ہے کہ آپ لوگوں نے مجھے اس شخص کے حالات اور تعلیم بیان کرنے کا موقعہ دیا ہے جو انسانوں میں سے مجھے سب سے زیادہ پیارا اور عزیز ہے۔ اور جو نہ صرف بڑی عمر کے لوگوں کا راہنما ہے بلکہ چھوٹے بچوں کا بھی راہنما ہے۔

ہر انسان کی زندگی کے کئی پہلو ہوتے ہیں اور کئی نقطۂ نگاہ کو مدنظر رکھ کر اس کی زندگی کے حالات پر روشنی ڈالی جاسکتی ہے۔ میں آج رسول کریم ﷺ کی زندگی اور آپ کی تعلیم کے متعلق اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے روشنی ڈالوں گا کہ نوجوان اور بچے اس سے کیا فائدہ حاصل کرسکتے ہیں؟

آنحضرت صلعم کی جائے پیدائش

تیرہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ ہوا کہ ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو عرب کے ملک میں بحیرۂ احمر کے مشرقی کناروں کے قریب ساحل سمندر سے ۴۰ میل کے فاصلہ پر مکہ نامی گاؤں میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ ایک معمولی بچہ اس قسم کا بچہ جس قسم کے بچے کہ دنیا میں روز پیدا ہوتے ہیں مگر مستقبل اس کے لئے اپنے اخفاء کے پردہ میں بہت کچھ چھپائے ہوئے تھا۔

اس بچہ کی والدہ کا نام آمنہ تھا اور باپ کا نام عبد اللہ اور دادا کا نام عبد المطلب۔ اس بچہ کی پیدائش اس کے گھر والوں کے دلوں میں دو متضاد جذبات پیدا کر رہی تھی۔ خوشی اور غم کے جذبات۔ خوشی اس لئے کہ ان کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جس سے ان کی نسل دنیا میں قائم رہے گی۔ اور نام محفوظ رہے گا اور غم اس وجہ سے کہ وہ بچہ اپنی ماں کو ایک نہایت ہی محبت کرنے والے خاوند کی اور اپنے دادا کو ایک نہایت ہی اطاعت گزار بیٹے کی جو اپنے بچے کی پیدائش سے پہلے ہی اس دنیا کو چھوڑ چکا تھا۔ یاد دلا رہا تھا۔ اس کی شکل اور شبہات۔ اس کا سادگی سے مسکرانا۔ اس کا حیرت سے اس نئی دنیا کو دیکھنا جس میں وہ بھیجا گیا تھا۔ غرض اس کی ہر ایک بات اس نوجوان خاوند اور بیٹے کی یاد کو تازہ کرتی تھی جو سات ماہ پہلے اپنے بوڑھے باپ اور جوان بیوی کو داغِ جدائی دے کر اپنے پیدا کرنے والے سے جاملا تھا۔ مگر خوشی غم پر غالب تھی کیونکہ اس بچہ کی پیدائش سے اس مرنے والے کا نام ہمیشہ کیلئے محفوظ ہو گیا۔ دادا نے اس بچہ کا نام جو پیدائش سے پہلے ہی یتیم ہو چکا تھا محمد ﷺ رکھا اور اس یتیم بچہ نے اپنی والدہ اور اپنے چچا کی ایک خادمہ کے دودھ پر پرورش پانی شروع کی۔

آنحضرت ﷺ کی پرورش

مکہ کے لوگوں میں رواج تھا کہ وہ اپنے بچوں کو گاؤں کی عورتوں کو پرورش اور دودھ پلانے کے واسطے دے دیتے تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ بچہ کی پرورش شہر میں اچھی طرح نہیں ہو سکتی۔ اور اس طرح صحت خراب ہو جاتی ہے۔ مکہ کے اردگرد کے تیس چالیس میل کے فاصلہ کے گاؤں کے لوگ وقتاً فوقتاً شہر میں آتے اور بچوں کو لے جاتے۔ اور جب وہ پال کر واپس لاتے تو ان کے ماں باپ پالنے والوں کو بہت کچھ انعام دیتے۔ محمد ﷺ کی پیدائش کے بعد جب یہ لوگ آئے تو ان کی والدہ نے بھی چاہا کہ آپ کو بھی کسی خاندان کے سپرد کر دیں۔ مگر ہر ایک عورت اس بات کو معلوم کر کے کہ آپ یتیم ہیں آپ کو لے جانے سے انکار کر دیتی۔ کیونکہ وہ ڈرتی تھی کہ بن باپ کے بچہ کی پرورش پر انعام کون دے گا۔ اس طرح یہ آئندہ بادشاہوں کا سردار ہونے والا بچہ ایک ایک کے سامنے پیش کیا گیا اور سب نے اس کے لے جانے سے انکار کر دیا۔

آنحضرت ﷺ کی دائی حلیمہ کا عجیب و غریب واقعہ

مگر خدا تعالیٰ کی قدرتیں بھی عجیب ہوتی ہیں۔ اس نے اس مبارک بچہ کی والدہ کا دل رکھنے کیلئے اور اس بچہ کے گاؤں میں پرورش پانے کیلئے اور سامان کر چھوڑے تھے یہ لوگ جو بچے لینے کیلئے آئے تھے ان میں سے غریب عورت حلیمہ نامی بھی تھی۔ جس طرح محمد ﷺ ایک ایک عورت کے سامنے کئے جاتے تھے اور رد کر دئے جاتے تھے۔ اسی طرح وہ عورت ایک ایک گھر میں جاتی تھی اور رد کر دی جاتی تھی۔ چونکہ وہ غریب تھی اور کوئی شخص پسند نہ کرتا تھا کہ اس کا بچہ غریب کے گھر پرورش پاکر تکلیف اٹھائے۔ یہ عورت مایوس ہو گئی۔ تو اپنے ساتھ والوں کے طعنوں سے ڈر کر اس نے ارادہ کیا کہ وہ آپ کو ہی لے جائے۔ چنانچہ وہ آپ کو ہی اپنے ساتھ لے گئی۔

بحالت بیکسی اور یتیمی آپ کی والدہ کی وفات

جب آپ نے کچھ ہوش سنبھالی تو آپ کی دائی آپ کو واپس آپ کی ماں کے پاس چھوڑ گئی۔ وہ ان کو اپنے ماں باپ کے گھر مدینہ لے گئیں۔ اور وہاں کچھ عرصہ رہ کر جب مکہ کی طرف واپس آرہی تھیں تو راستہ میں ہی فوت ہو گئیں۔ اور محمد ﷺ چھ سال کی عمر میں اپنی ماں کی محبت بھری گود سے بھی محروم رہ گئے۔ کسی نے آپ کو مکہ آپ کے دادا کے پاس پہنچا دیا جو دو سال کے بعد جب آپ آٹھ سال کے ہوئے فوت ہو گئے۔ اور آپ کو آپ کے چچا ابو طالب نے اپنی کفالت میں لے لیا۔ اس طرح یکے بعد دیگرے اپنے محبت کرنے والوں کی گود سے آپ جدا ہوتے رہے حتے کہ آپ جوانی کو پہنچے۔

حضرت ﷺ کی پرورش غریب گھرانے میں ہوئی

جن گھروں میں آپ نے پرورش پائی وہ امیر گھرنہ تھے۔ وہاں میز بچھ کر کھانا نہیں ملتا تھا بلکہ مالی حالی اور ملکی رواج کے ماتحت جس وقت کھانے کا وقت آتا بچے ماں کے گرد جمع ہو کر کھانے کیلئے شور مچادیتے۔ اور ہر ایک دوسرے سے زیادہ حصہ چھین لے جانے کی کوشش کرتا۔ آپ کے چچا کی نوکر بیان کرتی ہے کہ آپ کی یہ عادت نہ تھی جس وقت گھر کے سب بچے چھینا جھپٹی میں مشغول ہوتے۔

آپ صلعم کی صغر سنی کی عادت

آپ ایک طرف خاموش ہو کر بیٹھ جاتے اور اس بات کی انتظار کرتے کہ چچی خود ان کو کھانا دے اور جو کچھ آپ کو دیا جاتا اسے خوش ہو کر کھالیتے۔

جب آپ کی عمر بیس سال کی ہوئی تو آپ ایک ایسی سوسائٹی میں شامل ہوئے جس کا ہر ایک ممبر اس امر کی قسم کھاتا تھا کہ اگر کوئی مظلوم خواہ کسی قوم کا ہو اسے مدد کیلئے بلائے گا تو وہ اس کی مدد کرے گا۔ یہاں تک کہ اس کا حق اس کو مل جائے۔

حضرت صلعم کی نوجوانی کی عادت

اور اس نوجوانی کی عمر میں آپ کا یہ مشغلہ تھا کہ جب کسی شخص کی نسبت معلوم ہوتا کہ اس کا حق کسی نے دبا لیا ہے تو آپ اس کی مدد کرتے یہاں تک کہ ظالم مظلوم کا حق واپس کر دیتا۔

آپ کی سچائی۔ امانت اور نیکی اس عمر میں اسقدر مشہور ہو گئی کہ لوگ آپ کو صادق اور امین کہا کرتے تھے۔ جب اس نیکی کا چرچا بہت ہونے لگا تو ۲۵ سال کی عمر میں آپ کو مکہ کی ایک مالدار تاجر عورت خدیجہ نے نفع پر شراکت کا فیصلہ کر کے تجارت کے لئے (ملک) شام کو بھیجا۔ اور آپ کے ساتھ ایک غلام بھی گیا۔ اس سفر میں آپ کی نیکی اور دیانتداری کی وجہ سے اسقدر نفع ہوا کہ پہلے خدیجہ کو کبھی اسقدر نفع نہ ملا تھا۔ اور آپ کے نیک سلوک اور شریفانہ برتاؤ کا ان کے غلام پر جس کو انہوں نے ساتھ بھیجا تھا اسقدر اثر ہوا کہ وہ آپ کو نہایت ہی پیار کرنے لگا۔ اور اس نے حضرت خدیجہؓ کو سب حال سنایا۔ ان کے دل پر بھی آپ کی نیکی کا اسقدر اثر ہوا کہ انہوں نے آپ سے شادی کی درخواست کی۔ اور آپ نے اسے منظور کر لیا۔ اُس وقت خدیجہؓ کی عمر ۴۰ کے قریب تھی اور آپ کی عمر صرف ۲۵ سال۔

غلاموں کو آزاد کرنا

خدیجہؓ نے نکاح کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ جسقدر مال ان کے پاس تھا اور غلام ان کی خدمت میں تھے سب آپ کے سامنے پیش کر دئے۔ اور کہا کہ یہ سب کچھ اب آپ کا ہے اور آپ نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ سب غلاموں کو آزاد کر دیا۔ اور اس طرح اپنی جوانی میں وہ کام کیا جو اس سے پہلے بوڑھے بھی نہیں کر سکتے تھے۔

گوشہ تنہائی میں عبادت کی عادت

آپ اپنے ملک کی خرابیوں کو دیکھ کر بہت افسردہ رہتے تھے۔ اور بالعموم شہر سے تین میل کے فاصلہ پر حرا نامی پہاڑ کی چوٹی پر ایک پتھروں کی غار میں بیٹھ کر اپنے ملک کی خرابیوں اور شرک کی کثرت پر غور کیا کرتے تھے۔ اور اس جگہ ایک خدا کی پرستش کیا کرتے تھے۔

اس عبادت میں آپ کو اسقدر لطف آتا تھا کہ آپ کئی دفعہ کئی کئی دن کی غذا گھر سے لیکر جاتے تھے۔ اور کئی کئی دن اس غار میں رہتے تھے۔

۴۰ سال کی عمر میں الہام الٰہی کا نزول

آخر جب کہ آپ ۴۰ سال کی عمر کے تھے آپ پر خدا کی طرف سے الہام نازل ہوا کہ خدا تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس سے علم کی ترقی اور روحانی عزت اور اُن علوم کے حصول کیلئے دعا کر جو پہلے دنیا کو معلوم نہ تھے۔

آپ کی طبیعت پر اس وحی کا ایسا اثر ہوا کہ آپ گھبرا کر گھر آئے اور اپنی بیوی حضرت خدیجہؓ سے کہا کہ مجھے ایسا الہام ہوا ہے میں ڈرتا ہوں کہ یہ میری آزمائش ہی نہ ہو۔

حضرت خدیجہؓ کا تصدیق کرنا

حضرت خدیجہؓ نے جو آپ کی ایک ایک حرکت کا غور سے مطالعہ کرتی تھی۔ اس بات کو سنکر جواب دیا کہ نہیں ہرگز نہیں۔

یہ نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ اس طرح آپ کو ابتلا میں ڈالے۔ حالانکہ آپ رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتے ہیں۔ اور جو لوگ کام نہیں کر سکتے ان کی مدد کرتے ہیں اور آپ سے وہ اخلاق ظاہر ہوتے ہیں جو دنیا میں اور کسی سے ظاہر نہیں ہوتے۔ اور آپ مہمانوں کی خوب خاطر و مدارات کرتے ہیں اور جو لوگ مصائب میں مبتلا ہیں ان کی مدد کرتے ہیں۔

ورقہ بن نوفل یہودی کا تصدیق کرنا

یہ اُس عورت کی رائے ہے جو آپ کی پہلی بیوی تھی۔ اور جو آپ کے تمام اعمال سے واقف تھی۔ اور اس سے زیادہ سچا گواہ اور کون ہو سکتا ہے؟ کیونکہ انسان کی حقیقت ہمیشہ تجربہ سے معلوم ہوتی

ہے اور تجربہ جس قدر بیوی کو خاوند کے حالات کا ہوتا ہے دوسرے کو نہیں ہو سکتا۔ مگر آپؐ کی تکلیف اس تسلی سے دور نہ ہوئی اور حضرت خدیجہؓ نے یہ تجویز کی کہ آپؐ میرے بھائی سے جو بائیبل کے عالم ہیں ان سے ملیں۔ اور ان سے پوچھیں کہ اس قسم کی وحی کا کیا مطلب ہوتا ہے؟

چنانچہ آپؐ وہاں تشریف لے گئے اور ورقہ بن نوفل سے جو حضرت خدیجہؓ کے رشتہ میں بھائی تھے جاکر پہلے ان کو سب حال سنایا انہوں نے سن کر کہا کہ گھبرائیں نہیں تمہیں اسی طرح خدا تعالیٰ کے طرف سے وحی ہوئی جس طرح کہ موسیٰؑ کو ہوا کرتی تھی۔ اور پھر کہا کہ افسوس کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ کاش کہ میں اُس وقت جوان ہوتا جب خدا تعالیٰ تجھے دنیا کی اصلاح کیلئے مبعوث کرے گا اور تیری قوم تجھے شہر سے نکال دے گی۔

رسول کریم ﷺ جو رات دن دنیا کی بہتری کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔ اور سب اہل شہر ان سے خوش تھے اس امر کو سن کر حیران ہوئے اور حیرت سے دریافت فرمایا کہ کیا میری قوم مجھے نکال دے گی؟ ورقہ نے کہا ہاں کبھی کوئی شخص اس قدر بڑے پیغام کو لیکر نہیں آیا جو تو لایا ہے کہ اس کی قوم نے اس پر ظلم نہ کیا ہو اور اس کو دکھ نہ دیا ہو اُس سلوک اور محبت کی وجہ سے جو آپؐ لوگوں سے کرتے تھے اُس محبت کے سبب سے جو آپ کو ہر ایک آدمی کے ساتھ تھی اور اُس خدمت کے ماتحت جو آپؐ اپنے شہر کے غرباء کی کرتے تھے یہ بات کہ شہر کے لوگ آپؐ کے دشمن ہو جائیں گے؟ آپ کو عجیب معلوم ہوئی مگر مستقبل آپؐ کیلئے کچھ اور چھپائے ہوئے تھا

آپؐ کے ذریعہ توریت کی پیشگوئی پوری ہوئی

اس واقعہ کے چند ہی ماہ کے بعد آپ کو پھر وحی ہوئی۔ اس میں آپؐ کو حکم دیا گیا کہ آپؐ سب لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف بلائیں۔ اور بدی کو دنیا سے مٹائیں۔ اور شرک دور کریں اور نیکی اور تقویٰ کو قائم کریں اور ظلم کو دور کریں۔ اس وحی کے ساتھ آپؐ کو نبوت کے مقام پر کھڑا کیا گیا۔ اور آپؐ کے ذریعہ سے استثنا باب ۱۸۔ آیت ۱۸ کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ میں تیرے بھائیوں میں تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا۔ آپؐ بنو اسماعیل میں سے تھے جو بنی اسرائیل کے بھائی تھے۔ اور آپؐ اسی طرح ایک نیا قانون لیکر آئے جس طرح کہ حضرت موسیٰؑ ایک نیا قانون لیکر آئے تھے۔

بدعویٰ نبوت کرتے ہی اپنے بیگانے ہو گئے

رسول کریم ﷺ کو نبوت کا عہدہ ملنا تھا کہ یکدم آپ کیلئے دنیا بدل گئی۔ وہ لوگ جو پہلے محبت کرتے تھے نفرت کرنے لگے۔ اور جو عزت کرتے تھے حقارت کی نگاہ سے دیکھنے لگے جو تعریف کرتے تھے مذمت کرنے لگے اور جو لوگ پہلے آپؐ کو آرام پہنچاتے تھے تکلیف پہنچانے لگے۔

شروع میں صرف چار آدمیوں کا ایمان لانا

مگر چار آدمی جن کو آپؐ سے بہت زیادہ تعلق کا موقعہ ملا تھا وہ آپ پر ایمان لائے یعنی خدیجہؓ آپ کی بیوی۔ علیؓ آپؐ کے چچازاد بھائی۔ اور زیدؓ آپ کے آزاد کردہ غلام اور ابو بکر آپؐ کے دوست۔ اور ان سب کے ایمان کی دلیل اسوقت یہی تھی کہ آپؐ جھوٹ نہیں بول سکتے۔ ان چاروں میں سے حضرت ابو بکرؓ کا ایمان لانا عجیب تر تھا جس وقت آپ کو وحی ہوئی کہ آپؐ نبوت کا دعویٰ کریں۔ اُس وقت حضرت ابو بکرؓ مکہ کے ایک رئیس کے گھر میں بیٹھے تھے۔ اس رئیس کی لونڈی آئی اور اس نے آکر بیان کیا۔ کہ خدیجہؓ کو معلوم نہیں کہ کیا ہو گیا ہے؟ کہ وہ کہتی ہیں کہ میرے خاوند اسی طرح نبی ہیں جس طرح حضرت موسیٰؑ تھے لوگ تو اس خبر پر ہنسنے لگے اور اس قسم کی باتیں کرنے والوں کو پاگل قرار دینے لگے مگر حضرت ابو بکرؓ جو رسول کریم ﷺ کے حالات سے بہت گہری واقفیت رکھتے تھے اُسی وقت اٹھ کر حضرت رسول کریم ﷺ کے دروازہ پر آئے۔ اور پوچھا کہ کیا آپؐ نے کوئی دعویٰ کیا ہے؟ آپؐ نے بتایا۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا کی اصلاح کیلئے مبعوث کیا ہے اور شرک کے مٹانے کا حکم دیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے بغیر اس کے کہ کوئی اور سوال کرتے جواب دیا کہ مجھے اپنے باپ کی اور ماں کی قسم! کہ تو نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اور میں نہیں مان سکتا کہ تو خدا پر جھوٹ بولے گا پس میں ایمان لاتا ہوں کہ خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اور یہ کہ آپؐ خدا تعالیٰ کی طرف سے رسول ہیں اُس کے بعد ابو بکرؓ نے ایسے نوجوانوں کو جمع کر کے جو ان کی نیکی اور تقویٰ کے قائل تھے سمجھانا شروع کیا اور سات آدمی اور رسول کریم ﷺ پر ایمان لائے یہ سب نوجوان تھے جن کی عمر ۱۲ سال سے لیکر ۲۵ سال تک تھی۔

ایمان لانے والوں پر مصائب کے ہجوم

سچائی کا قبول کرنا آسان کام نہیں۔ مکہ کے لوگ جن کا گذارہ ہی بتوں کے معبدوں کی حفاظت اور مجاورت پر تھا وہ کب اس تعلیم کو برداشت کر سکتے تھے کہ ایک خدا کی پرستش کی تعلیم دی جائے؟۔

جونہی ایمان لانے والوں کے رشتہ داروں کو معلوم ہوا کہ ایک ایسا مذہب مکہ میں جاری ہوا ہے اور ان کے عزیز اس پر ایمان لے آئے ہیں انہوں نے ان کو تکلیف دینی شروع کی۔ حضرت عثمانؓ کو ان کے چچا نے باندھ کر گھر میں قید کر دیا۔ اور کہا کہ جب تک اپنے خیالات سے توبہ نہ کرے میں نہیں چھوڑوں گا۔ اور زبیرؓ ایک اور مومن تھے جن کی عمر ۱۵ سال کے قریب تھی ان کو ان کے رشتہ داروں نے قید کر لیا۔ اور تکلیف دینے کیلئے جس جگہ ان کو بند کیا ہوا تھا اس میں دھوآں بھر دیتے تھے مگر وہ اپنے ایمان پر پختہ رہے اور اپنی بات کو نہ چھوڑا۔ ایک اور نوجوان کی والدہ نے ایک نیا طریق نکالا۔ اس نے کھانا کھانا چھوڑ دیا اور کہا کہ جب تک تو اپنے آباء کی طرح عبادت نہیں کرے گا اُس وقت تک میں کھانا نہیں کھاؤں گی۔ مگر اُس نوجوان نے جواب دیا کہ میں دنیا کے ہر معاملہ میں ماں باپ کی فرمانبرداری کروں گا مگر خدا تعالیٰ کے معاملہ میں ان کی نہیں مانوں گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا تعلق ماں باپ سے بھی زیادہ ہے۔

غرض سوائے ابو بکرؓ اور خدیجہؓ کے آپؐ پر ابتدائی زمانہ میں ایمان لانے والے سب نوجوان تھے جن کی عمریں ۱۵ سال سے لیکر ۴۵ سال تک کی تھیں پس یوں کہنا چاہئے کہ محمد ﷺ جنہوں نے بوجہ یتیم ہونے کے نہایت چھوٹی عمر سے اپنے لئے راستہ بنانے کی مشق کی جب ان کو خدا تعالیٰ نے مبعوث کیا تو اس وقت بھی آپؐ کے گرد نوجوان ہی آکر جمع ہوئے پس اسلام اپنی ابتداء کے لحاظ سے نوجوانوں کا دین تھا۔

اہلِ مکہ کو علی الاعلان تبلیغ اور لوگوں کی مخالفت

چونکہ ہر نبی کیلئے عام تبلیغ کرنی ضروری ہوتی ہے۔ آپ نے ایک دن ایک بلند جگہ پر کھڑے ہو کر مختلف گھرانوں کا نام لیکر بلانا شروع کیا۔ چونکہ لوگ آپؐ پر بہت ہی اعتبار رکھتے تھے سب لوگ جمع ہونے شروع ہو گئے اور جو لوگ خود نہ آسکتے تھے انہوں نے اپنے قائم مقام بھیجے تاکہ سنیں کہ آپؐ کیا کہتے ہیں جب سب آکر جمع ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا کہ اے اہلِ مکہ کہ اگر میں تم کو یہ ناممکن خبر دوں کہ مکہ کے پاس ہی ایک بڑا لشکر اترا ہوا ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات مان لوگے؟ یہ بات بظاہر ناممکن تھی کیونکہ مکہ اہلِ عرب کے نزدیک ایک متبرک مقام تھا اور یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ کوئی قوم اس پر حملہ کر کے آئے گی اور پھر یہ بھی بات تھی کہ مکہ کے جانور دور دور تک چرتے تھے۔ اگر کوئی لشکر آتا تو ممکن نہ تھا کہ جانور چرانے والے اس سے غافل رہیں اور دوڑ کر کے لوگوں کو خبر نہ دیں۔ مگر باوجود اس کے کہ یہ بات ناممکن تھی سب لوگوں نے کہا کہ ہم آپؐ کی بات ضرور مان لیں گے کیونکہ آپؐ کبھی جھوٹ نہیں بولتے آپؐ نے فرمایا کہ جب تم گواہی دیتے ہو کہ میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا تو میں تم کو بتاتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس لئے مبعوث کیا ہے کہ میں اس کا پیغام تم کو پہنچاؤں۔ اور یہ سمجھاؤں کہ جو کام تم کرتے ہو اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہو گا۔ یہ بات سنتے ہی لوگ بھاگ گئے اور کہا کہ یہ شخص پاگل ہو گیا ہے یا جھوٹا ہے تمام شہر میں شور پڑ گیا اور جو لوگ آپؐ پر ایمان لائے تھے ان پر نہایت سختیاں ہونے لگیں بھائی نے بھائی کو چھوڑ دیا ماں باپ نے بچوں کو نکال دیا۔ آقاؤں نے نوکروں کو دکھ دینا شروع کیا چودہ پندرہ سالہ نوجوانوں کو جو کسی رسم اور رواج کے پابند نہ تھے بلکہ مذہب کی تحقیق میں اپنی عقل سے کام لیتے تھے اور اسی لئے جلد آپؐ پر ایمان لے آتے تھے ان کے ماں باپ قید کر دیتے اور کھانا اور پانی دینا بند کر دیتے تاکہ وہ توبہ کر لیں مگر وہ ذرہ بھی پرواہ نہ کرتے تھے اور خشک ہونٹوں اور گڑھوں میں گھسی ہوئی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے۔ یہاں تک کہ ماں باپ آخر اس ڈر سے کہیں مر نہ جائیں ان کو کھانا پینا دے دیتے۔ مگر نوجوانوں پر تو رحم کرنے والے لوگ موجود تھے جو غلام آپؐ پر ایمان لائے ان کی حالت نہایت نازک تھی اور یہی حال دوسرے غرباء کا تھا جن کی مدد کرنے والا کوئی نہ تھا غلاموں کو لوہے کی زرہیں پہنا دیتے تھے اور پھر ان کو سورج کے پاس کھڑا کر دے تاکہ موسم گرم ہو کر ان کا جسم جھلس دے (یہ مدنظر رکھنا چاہئے کہ وہ عرب کا سورج تھا نہ کہ انگلستان کا) بعض کی لاتوں میں رسیاں ڈال کر ان کو زمین پر گھسیٹتے تھے بعض دفعہ لوگ لوہے کی سیخیں گرم کر کے ان سے مسلمانوں کا جسم جلاتے تھے۔ اور بعض دفعہ سوئیوں سے ان کے چمڑوں کو اس طرح چھیدتے تھے جس طرح کہ کپڑا سیتے ہیں مگر وہ ان سب باتوں کو برداشت کرتے تھے اور عذاب کے وقت کہتے جاتے تھے کہ وہ ایک خدا کی پرستش کو نہیں چھوڑ سکتے۔ ایک عورت جو نہایت ہی پختہ مسلمان تھی اس کے پیٹ میں نیزہ مار کر اس کو مار دیا۔

آنحضرت صلعم پر لوگوں کے ظلم

خود رسول کریم ﷺ کو بھی بہت دکھ دیتے تھے گو ڈرتے بھی تھے کیونکہ آپؐ کے خاندان کی مکہ میں بہت عزت تھی۔ لوگ آپؐ کو گالیاں دیتے بعض دفعہ نماز میں جب آپؐ سجدہ کرتے تو سر پر او جھری ڈال دیتے۔ کبھی سر پر راکھ پھینک دیتے۔ ایک دفعہ آپؐ سجدہ میں تھے کہ ایک شخص آپؐ کی گردن پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو گیا اور دیر تک اس نے آپ کو اسطرح دبائے رکھا ایک دفعہ آپؐ عبادت کیلئے مسجد مکہ میں گئے تو آپؐ کے گلے میں کپڑا ڈالکر گھونٹنا شروع کر دیا مگر باوجود ان مخالفتوں کے آپؐ تبلیغ میں لگے رہتے اور ذرہ پرواہ نہ کرتے۔ جہاں بھی لوگ بیٹھے ہوتے آپؐ وہاں جاکر ان کو تعلیم دیتے کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اس کے سوا کوئی شخص معبود نہیں نہ اس کا کوئی بیٹا ہے نہ بیٹی۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے نہ زمین میں نہ آسمان میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

اس پر ایمان لانا چاہئے اور اس سے دعائیں مانگنی چاہئیں۔ وہ لطیف ہے اس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا اس میں سب طاقتیں ہیں اسی نے دنیا کو پیدا کیا ہے اور جب لوگ مر جاتے ہیں تو ان کی روحیں اسی کے پاس جاتی ہیں اور ایک زندگی ان کو دی جاتی ہے اور چاہئے کہ اس کی محبت کو اپنے دل میں پیدا کریں اور اس سے تعلق کو مضبوط کرے اور اس کے قریب ہونے کی خواہش کرے۔ اور اپنے خیالات اور اپنی زبان کو پاک کرے جھوٹ نہ بولے قتل نہ کرے۔ فساد نہ کرے۔ چوری نہ کرے۔ ڈاکہ نہ مارے عیب نہ لگائے طعنہ نہ دے۔ بدکلامی نہ کرے ظلم نہ کرے حسد نہ کرے۔ اپنے وقت کو اپنے آرام اور عیاشی

میں صرف نہ کرے بلکہ بنی نوع انسان کی ہمدردی اور بہتری میں اور محبت اور انس کی اشاعت کرے۔

مشرکوں کی حالت کا نقشہ

یہ تعلیم تھی جو آپؐ دیتے مگر باوجود اس کے کہ یہ تعلیم اعلیٰ درجہ کی تھی لوگ آپؐ پر ہنستے مکہ کے لوگ سخت بت پرست تھے اور سینکڑوں بت بنا کر اپنے معبد میں رکھے ہوئے تھے جن کے سامنے وہ روزانہ عبادت کرتے تھے اور جن کے آگے باہر سے آنے والے لوگ نذرانے چڑھاتے تھے جن پر کئی معزز خاندانوں کا گذارہ تھا۔ ان لوگوں کیلئے ایک خدا کی عبادت بالکل عجیب تعلیم تھی وہ اس بات کو سمجھ ہی نہیں سکتے تھے کہ خدا تعالیٰ کیوں انسان کی شکل میں کسی پتھر کے بت میں ظاہر نہیں ہوسکتا وہ ایک نہ نظر آنے والے خدا کا تخیل ناممکنات سے سمجھتے تھے پس جب وہ آپ کو دیکھتے ہنستے اور کہتے کہ دیکھو اس شخص نے سب خداؤں کو اکٹھا کر دیا ہے کیونکہ وہ خیال کرتے تھے کہ کئی خداؤں کے ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہتے ہیں کہ ایک ہی خدا ہے اس سے مراد ان کی یہ ہے کہ انہوں نے اب سب خداؤں کو اکٹھا کرکے ایک ہی بنا دیا ہے اور اپنی اس غلط فہمی کی بیہودگی کو آپ کی طرف منسوب کرکے خوب قہقہے لگاتے۔ بعث بعد الموت کا عقیدہ بھی ان کے لئے عجیب تھا۔ وہ ہنستے اور کہتے کہ یہ شخص خیال کرتا ہے کہ جب ہم مرجائیں گے تو پھر زندہ ہوں گے۔

صحابہؓ کا حبشہ کو ہجرت کرنا

جب مسلمانوں کی تکلیفیں بہت بڑھ گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کو اجازت دے دی کہ وہ حبشہ کو جو اسوقت بھی ایک مسیحی حکومت تھی ہجرت کرکے چلے جاویں چنانچہ اکثر مسلمان مرد و عورت اپنا وطن چھوڑ کر افریقہ کو چلے گئے مکہ والوں نے وہاں بھی ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ بادشاہ کے پاس ایک وفد بھیجا کہ ان لوگوں کو واپس کردیں تاکہ ہم ان کو سزا دیں مسیحی بادشاہ بہت ہی منصف مزاج تھا۔ جب اس کے پاس وفد پہنچا تو اس نے دوسرے فریق کا بھی بیان سننا پسند کیا۔ اور مسلمان دربار شاہی میں بلائے گئے۔ یہ واقعہ نہایت ہی دردناک ہے ہم قوموں کے ظلموں سے تنگ آکر اپنے وطن کو خیرباد کہنے والے مسلمان ابی سینیا کے بادشاہوں کے دربار میں اس خیال سے پیش ہوتے ہیں کہ اب شاید ہم کو ہمارے وطن کو واپس کرایا جائے گا۔ اور ظالم اہل مکہ اور بھی زیادہ ظلم ہم پر کریں گے۔ جب وہ بادشاہ کے سامنے پیش ہوئے تو اس نے پوچھا کہ تم میرے ملک میں کیوں آئے ہو؟ مسلمانوں نے جواب دیا کہ اے بادشاہ ہم پہلے جاہل تھے اور ہمیں نیکی اور بدی کا کوئی علم نہ تھا۔ بتوں کو پوجتے تھے اور خدا تعالیٰ کی توحید سے ناواقف تھے ہر اک قسم کے برے کام کرتے تھے ظلم۔ ڈاکہ قتل بدکاری ہمارے نزدیک معیوب نہ تھے۔ ابھی اللہ تعالیٰ نے محمد (ﷺ) کو مبعوث کیا اس نے ہمیں ایک خدا کی پرستش سکھائی اور بدیوں سے ہمیں روکا۔ انصاف اور عدل کا حکم دیا۔ محبت کی تعلیم دی اور تقویٰ کا راستہ بتایا تب وہ لوگ جو ہمارے بھائی بند ہیں انہوں نے ہم پر ظلم کرنا شروع کیا اور ہم کو طرح طرح کے دکھ دینے شروع کئے۔ ہم آخر تنگ آکر اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہوگئے اور تیرے ملک میں آئے ہیں۔ اب یہ لوگ ہمیں واپس لے جانے کیلئے یہاں بھی آگئے ہیں ہمارا قصور اس کے سوا کوئی نہیں کہ ہم اپنے خدا کے پرستار ہیں۔

شاہ حبشہ کا واپس کرنے سے انکار اور صحابہؓ کی مدد کرنا

اس تقریر کا بادشاہ پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے مسلمانوں کو واپس کرنے سے انکار کردیا مکہ کے وفد نے درباریوں سے ساز باز کرکے پھر بھی دوسرے دن بادشاہ کے سامنے وہی سوال پیش کیا۔ اور کہا کہ یہ حضرت مسیح کو گالیاں دیتے تھے بادشاہ نے پھر دوبارہ مسلمانوں کو بلایا انہوں نے جو اسلام کی تعلیم مسیحؑ کے متعلق ہے بیان کی۔ کہ ہم ان کو خدا تعالیٰ کا پیارا اور نبی مانتے ہیں۔ ہاں ہم انہیں کسی طرح بھی خدائی کے قابل نہیں جانتے کیونکہ ہمارے نزدیک خدا تعالیٰ ایک ہے اور اس بات پر درباری جوش میں آگئے اور بادشاہ سے مطالبہ کیا کہ وہ ان کو سزا دے مگر بادشاہ نے کہا کہ یہی میرا عقیدہ ہے اور اس عقیدہ کی وجہ سے ان لوگوں کو ظالموں کے ہاتھوں میں نہیں دے سکتا۔ پھر درباریوں سے کہا کہ مجھے تمہارے غصہ کی بھی پروا نہیں ہے خدا کی بادشاہت کو ترجیح دیتا ہوں۔

اہل مکہ کا آپ کے چچا کو تنگ کرنا

ادھر اہل مکہ نے رسول کریم ﷺ کو اور زیادہ تکلیفیں دینی شروع کیں۔ اور افسر آپ کے چچا جو مکہ کے بڑے رئیس تھے اور ان کی وجہ سے لوگ آپ کو زیادہ دکھ دینے سے ڈرتے تھے کہا کہ آپ کسی اور رئیس کا لڑکا اپنا لڑکا بنا لیں اور محمد ﷺ کو ہمارے حوالے کردیں تاہم اس کو سزا دیں۔ انہوں نے کہا یہ عجیب درخواست ہے تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے لڑکے کو لیکر اپنا مال اس کے حوالہ کردوں اور اپنے لڑکے کو تمہارے حوالے کردوں؟ کہ تم اسے دکھ دے دیکر ماردو۔ کیا کوئی جانور بھی ایسا کرتا ہے کہ اپنے بچہ کو مارے اور دوسرے کے لڑکے کو پیار کرے؟ جب اہل مکہ ناامید ہوئے تو انہوں نے درخواست کی کہ اچھا آپ اپنے بھتیجے کو یہ سمجھائیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے ایک ہونے پر اسقدر زور نہ دیا کرے اور یہ نہ کہا کرے کہ بتوں کی پرستش جائز نہیں اور جو کچھ چاہے کہے چنانچہ آنحضرت کو ان کے چچا نے بلا کر کہا کہ مکہ کے رؤساء ایسا کہتے ہیں۔ کیا آپ ان کو خوش نہیں کرسکتے؟ رسول کریم ﷺ نے جواب دیا کہ آپ کے مجھ پر بہت احسان ہیں مگر میں آپ کے لئے خدا کو نہیں چھوڑ سکتا اگر آپ کو لوگوں کی مخالفت کا خوف ہے تو آپ مجھ سے الگ ہوجائیں مگر میں اس صداقت کو جو مجھے خدا سے ملی ہے ضرور پیش کروں گا یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اپنی قوم کو جہالت میں مبتلا دیکھوں اور خاموش بیٹھا رہوں۔

اہل مکہ کا آپ کو دنیاوی لالچ دیکر تبلیغ توحید سے روکنے کی کوشش اور ناکامی

جب اہل مکہ کو اس سے بھی ناامیدی ہوئی تو انہوں نے ایک رئیس کو اپنے میں سے چنا اور اس کی معرفت آپ کو کہلا بھیجا کہ آپ یہ بتائیں کہ ملک میں یہ فساد آپؐ نے کیوں مچا دیا ہے؟ اگر آپ کی یہ غرض ہے کہ آپ کو عزت مل جائے تو ہم سب شہر میں سے آپ کو معزز قرار دے دیتے ہیں اگر مال کی خواہش ہے تو ہم سب شہر کے لوگ اپنے مالوں کا ایک ایک حصہ الگ کرکے دے دیتے ہیں جس سے آپؐ سارے شہر سے زیادہ امیر ہوجائیں گے۔ اگر حکومت کی خواہش ہے تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنانے کیلئے تیار ہیں اگر شادی کی خواہش ہے تو جس عورت سے آپؐ چاہیں آپ کی شادی کرادی جائے گی۔ مگر آپ ایک خدا کی پرستش کی تعلیم نہ دیں۔

جس وقت وفد نے یہ پیغام آپؐ کو آکر دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ دیکھو! اگر سورج کو میرے ایک طرف اور چاند کو میرے دوسری طرف لاکر کھڑا کردو۔ یعنی یہ دنیا کا مال تو کیا ہے اگر چاند اور سورج کو بھی میرے قبضہ میں دے دو تب بھی میں اس تعلیم کو نہ چھوڑوں گا اس وقت تک کل اسی آدمی رسول کریم ﷺ پر ایمان لائے تھے مگر جب مکہ کے ظلموں کی خبر باہر پہنچی تو لوگوں نے تحقیقات کے لئے مکہ آنا شروع کیا۔ اس پر اہل مکہ بہت گھبرائے اور انہوں نے شہر کی سڑکوں پر پہرے مقرر کردیے کہ کوئی رسول کریم ﷺ سے مل نہ سکے اور ارادہ کیا کہ آپ کو قتل کردیں۔ اس پر آپؐ کے چچا اور دیگر رشتہ دار آپؐ سمیت ایک وادی میں چلے گئے تاکہ آپؐ کی حفاظت کریں۔ پس جب اس طرح بھی کام چلتا نہ دیکھا تو سب اہل مکہ نے معاہدہ کرلیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان اور تمام مسلمانوں کا مقاطعہ کیا جائے اور کوئی شخص ان کے پاس کوئی کھانے پینے کی چیز فروخت نہ کرے اور نہ ان سے شادی بیاہ کا تعلق کیا جائے اور نہ ان سے کبھی صلح کی جاوے جب تک وہ آپ کو قتل کیلئے نہ دے دیں۔

مکہ ایک اکیلا شہر ہے اس کے اردگرد ۴۰ میل تک اور کوئی شہر نہیں پس یہ فیصلہ سخت تکلیف دہ تھا مکہ والوں نے پہرے لگادیے کہ کوئی شخص ان کے ہاتھ کوئی کھانے کی چیز فروخت نہ کرے۔ اور برابر تین سال تک اس سخت قید میں آپ کو رہنا پڑا۔ راتوں کے اندھیروں میں پوشیدہ طور پر جسقدر غلہ داخل کرسکتے تھے کرلیتے مگر پھر بھی اس قدر نگرانی میں وہ لوگ کہاں تک انتظام کرسکتے تھے بہت دفعہ کئی کئی دن جھاڑیوں کے پتے اور شاخوں کے چھلکے کھا کر انکو گذارہ کرنا پڑتا تھا۔ ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ اُن تکلیف کے دنوں میں سب کی صحتیں خراب ہوگئیں اور بہت دست لگ گئے ہفتہ نہیں۔ دو ہفتہ نہیں تین سال متواتر وہ بہی خواہ بنی نوع انسان اپنے ماننے والوں کے ساتھ صرف اس لئے دکھ دیا گیا کہ وہ کیوں خدائے واحد کی پرستش اور اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دیتا ہے؟ مگر اس نے ان تکالیف کی ذرہ بھی پروا نہیں کی۔ تین سال کی متواتر تکلیف کے بعد بعض رؤسائے مکہ کی انسانیت اس ظالمانہ فعل پر بغاوت کرنے لگی اور انہوں نے اس معاہدہ کو جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا گیا تھا چاک کردیا اور آپؐ اس وادی سے نکل کر باہر آگئے مگر آپؐ کے بوڑھے چچا اور وفادار بیوی ان صدمات کے اثر سے نہ بچ سکے اور کچھ دنوں کے بعد فوت ہوگئے۔

اہل مکہ سے تنگ آکر طائف جانا

اہل مکہ کی بے پروائی کو دیکھ کر آپ نے عرب کے دوسرے شہروں کی طرف توجہ کی اور طائف کے لوگوں کو خدائے واحد کی پرستش کی دعوت دینے کے لئے تشریف لے گئے۔ طائف مکہ سے ۶۰ میل کے فاصلہ پر ایک پرانا شہر ہے۔ اس شہر کے لوگوں کو جب آپؐ نے خدا کا کلام سنایا تو وہ مکہ والوں سے بھی زیادہ ظالم ثابت ہوا۔ پہلے انہوں نے گالیاں دیں۔ پھر کہا شہر سے نکل جاویں جب آپؐ واپس آرہے تھے تو بدمعاشوں اور کتوں کو ان کے پیچھے لگادیا پتھر پر پتھر چاروں طرف سے آپؐ پر پڑتے تھے اور کتے پیچھے دوڑتے تھے سر سے پاؤں تک آپؐ خون سے تربہ تر تھے مگر اس وقت اُن ظالموں کی نسبت جو خیالات آپؐ کے دل میں موجزن تھے وہ ان الفاظ سے ظاہر ہیں جو اس سنگساری کے وقت آپ کی زبان پر جاری تھے آپؐ خون اپنے جسم سے پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ اے خدا ان لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ میں جو کچھ ان لوگوں کو کہتا ہوں سچ اور درست ہے اور یہ جو کچھ کررہے ہیں اچھا سمجھ کر کررہے ہیں اس لئے تو ان پر ناراض نہ ہو اور ان پر عذاب نازل نہ کر بلکہ ان کو سچائی کے قبول کرنے کی توفیق دے۔ لیکن تکلیف کے وقت میں کیسے محبت سے بھرے ہوئے الفاظ کہے گئے ہیں کیا ان سے بڑھ کر ہمدردی کی مثال کہیں مل سکتی ہے؟

حج کے موقعہ پر اہل مدینہ کا آنا اور تعلیم حاصل کرنا

سچ چھپا نہیں رہتا آپ کی تعلیم کی خبریں باہر مشہور ہوئیں۔ اور یثرب نامی ایک شہر کے لوگ جسے اب مدینہ کہتے ہیں حج کیلئے مکہ آئے تو آپ سے بھی ملے۔ آپؐ نے ان کو اسلام کی تعلیم دی اور ان کے دلوں پر ایسا گہرا اثر کیا کہ انہوں نے واپس جاکر اپنے شہر کے لوگوں سے ذکر کیا اور ستر آدمی دوسرے سال تحقیق کیلئے آئے جو سب اسلام لے آئے اور انہوں نے درخواست کی کہ آپؐ ان کے شہر میں چلے جائیں مگر آپؐ نے اس وقت ان کی

باقی صفحہ (۱۹) پر ملاحظہ فرمائیں

نماز والے حصے کو خدام خصوصیت سے ذہن نشین کریں، دل میں جگہ دیں اور کبھی بھی نماز کی اہمیت کو نہ بھولیں

آنحضرت صلّی الله علیه وسلم کی نمازوں کے متعلق دُعاؤں کا ایمان افروز تذکرہ

خلاصه خطبه جمعه سیدنا حضرت خلیفة المسیح الرابع ایده الله فرموده ۹/جون بمقام جرمنی

قادیان (ایم ٹی اے) تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۱۱۱ کی تلاوت کی اور ترجمہ بیان کرنے کے بعد فرمایا یہ سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاؤں کا سلسلہ ہے جو ابھی جاری رہے گا آج چونکہ خدام الاحمدیہ (جرمنی-ناقل) کا اجتماع شروع ہو رہا ہے اسلئے جو بھی خدام سن رہے ہیں توجہ دیں کیونکہ آج نماز کی اہمیت کے متعلق خطبہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے نماز پڑھ کر بتائی اور قدم قدم پر دُعائیں سکھائیں ان سب دُعاؤں کا مضمون ہے میں امید کرتا ہوں کہ نماز والے حصے کو خدام خصوصیت سے ذہن نشین کریں دل میں جگہ دیں اور کبھی بھی نماز کی اہمیت کو نہ بھولیں۔

پہلی حدیث حضور انور نے بخاری کتاب الاذان سے بیان فرمائی کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اذان سننے کے بعد یہ دُعا کرے کہ اے اللہ جو اس کامل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کا رب ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا کر اور آپ کو اس مقام محمود پر فائز کردے جس کا تو نے آپؐ سے وعدہ کیا ہوا ہے تو قیامت کے روز اس کیلئے میری شفاعت جائز ہو گی۔ فرمایا یہ الفاظ ہم ہمیشہ اذان سننے کے بعد پڑھتے ہیں۔ ترجمہ بیان کرنے کے بعد حضور نے اصل عربی الفاظ بھی بیان فرمائے۔

اگلی حدیث حضور نے مسلم کتاب الصلوٰۃ سے بیان فرمائی کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مؤذن کی اذان سنتے ہوئے یہ دُعا پڑھی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ تنہا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اور محمد اسکے بندے اور رسول ہیں میں اللہ سے بطور رب اور محمد سے بطور رسول اور اسلام سے بطور دین راضی ہوں تو اس کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں فرمایا تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں سے یہ مراد ہے کہ اس وقت تک انسان نے جو گناہ کئے ہیں۔ اگر کوئی خلوص نیت سے یہ دُعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ از سرِ نو اسکا حساب شروع کردے گا ہر اذان کے وقت ایک وقت آتا ہے جس میں ہمارے گناہ بخشے جاسکتے ہیں اور پھر اگلی اذان سے پہلے پہلے پھر انسان اپنے دل کو میلا کرتا چلا جاتا ہے۔

پھر رات کو تہجد کے وقت بھی موقعہ ہے کہ انسان اپنے دل کو پاک و صاف کرتا رہے۔ ایک روایت سنن ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ سے حضور انور نے یہ بیان فرمائی کہ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تعلیم دی کہ میں مغرب کی اذان کے وقت یہ دُعا پڑھا کروں اے اللہ یہ تیری رات کی آمد اور تیرے دن کی واپسی کا وقت ہے اور یہ تجھے پکارنے والوں کی آوازیں ہیں پس تو میری مغفرت فرما۔

ایک حدیث حضور نے ترمذی کتاب الصلوٰۃ سے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام ضامن ہوتا ہے اور مؤذن کو امین بنایا گیا ہے اے اللہ اماموں کو ہدایت پر قائم رکھ اور مؤذنوں کی مغفرت فرما۔ فرمایا امام تمام مقتدیوں کا ضامن ہوتا ہے اس کی دُعا میں مقتدیوں کی دُعائیں بھی شامل ہو جاتی ہیں اسلئے امام کو ضامن اور ذمہ دار فرمایا اور مؤذن امین ہے اس نے ایک پیغام امانت کے ساتھ دوسروں تک پہنچادیا۔

مسند احمد بن حنبل جلد ۳ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جس نے نماز کیلئے نکلتے وقت یہ دُعا کی اے اللہ میں تجھ سے سوال کرنے والوں اور اپنے پیچھے چلنے والوں کے حق میں سوال کرتا ہوں فرمایا پیچھے چلنے والوں سے اہل و عیال اور نمازیوں کو دیکھ کر جو نمازی بن جاتے ہیں وہ سب مراد ہیں اور میں شر، تکبر اور ریا اور لوگوں کی تعریف سننے کی غرض سے نہیں نکلا یہ تو جانتا ہے کہ میرا دل اس بات سے پاک ہے کہ میں جارہا ہوں کوئی دیکھے اور سمجھے کہ بہت بڑا نمازی جارہا ہے میں ان چیزوں سے پاک ہوں اور تو ہی جانتا ہے کہ میں پاک نہیں ہوں تو مجھے پاک کردے میں تیری ناراضگی سے بچنے اور تیری رضا کا طالب ہو کر نکلا ہوں میں تجھ سے اس بات کا طالب ہوں کہ تو مجھے آگ کے عذاب سے بچا اور میرے گناہ بخش دے کیونکہ صرف تو ہی گناہ بخش سکتا ہے۔

پھر حضور نے وضو کے بعد کی دُعا اور وضو کرنے والے کیلئے حدیث میں وارد آٹھ دروازے کھلنے سے کیا مراد ہے کی تفصیل بیان فرمائی اس کے بعد حضور انور نے مسجد میں داخل ہونے اور مسجد سے نکلنے کی دُعا بیان فرمائی اور فرمایا کہ رسول اللہ نے کیسی بر موقعہ و محل دُعائیں سکھائی ہیں ان سب میں بڑی گہری حکمت ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو بہت گہری نظر سے پڑھنا چاہئے کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں جو کسی حکمت سے خالی ہو۔

ایک حدیث حضور نے سنن نسائی سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو تھوڑی دیر کیلئے خاموش ہو جاتے میں نے عرض کی کہ آپ تکبیر اور قرأت کے درمیان کی خاموشی میں کیا پڑھتے ہیں آپ نے اس درمیان پڑھنے والی دُعا بیان فرمائی۔

اگلی حدیث حضور نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی سنن ترمذی سے بیان فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی جب رکوع کرے تو اس میں کم از کم تین بار سبحان ربی العظیم پڑھے اس طرح اسکا رکوع مکمل ہو جائے گا اور سجدے میں کم از کم تین بار سبحان ربی الاعلیٰ پڑھے اس طرح اس کا سجدہ مکمل ہو جائے گا حضور نے فرمایا یہ کم از کم مراد ہے اور زیادہ سے زیادہ وہ کثرت سے دُعائیں ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے اور رکوع میں مانگی ہیں۔ اگر کوئی سادہ آدمی صرف تین بار ہی یہ تسبیح پڑھ لے تو نماز کے لئے کافی ہے اگر انسان ان پر غور شروع کردے تو حقیقت یہ ہے کہ اسی غور میں ڈوبا رہے گا۔ بہت سے مضامین اس پر انہیں کے اندر کھلتے جائیں گے۔

حضور انور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رکوع سجود اور قیام میں پڑھی جانے والی بعض دُعاؤں کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا کہ سورہ نصر نازل ہونے کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ضرور یہ دُعا رکوع اور سجدے میں کیا کرتے تھے صحیح مسلم میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضور اذا جاء نصر الله والفتح کے نزول کے بعد ہر نماز میں دُعا کرتے تھے سُبْحَانَکَ رَبَّنَا وَبحمدكَ اَللّٰهُمَّ اغفِرلِیْ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث صحیح مسلم سے بیان فرمائی کہ آپؐ اپنی وفات سے قبل کثرت سے یہ دُعا کرتے تھے سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِكَ وَاَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوبُ اِلَیْهِ اے اللہ پاک ہے تو اپنی حمد کے ساتھ اور میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیری طرف جھکتا ہوں۔

ایک حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ کی سنن ابن ماجہ سے حضور نے یہ بیان فرمائی کہ رات کی نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدوں کے درمیان یہ دُعا پڑھا کرتے تھے اے میرے رب مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما میری اصلاح فرما مجھے رزق عطا فرما اور میرا رفع فرما۔ نماز میں قیام رکوع سجود اور آخری قعدہ کی دُعاؤں کے سلسلہ میں ایک لمبی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی حضور پُر نور نے بیان فرمائی جس میں ساری نماز پڑھنے کا طریق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے حوالہ سے بیان فرمایا ہے۔ حضور پُرنور نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنی بھی حدیثیں میں نے نماز شروع کرنے کے تعلق سے پڑھی ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ صرف وَجَّهْتُ وَجْهِیَ پڑھا کرتے تھے یاد رکھیں کہ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلّذی فطر السمٰوٰت والارض پڑھنا ہے اور شروع میں اِنِّی نہیں پڑھنا۔ اس کے بعد حضور انور نے ساری نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پڑھی جانے والی متعدد دُعاؤں اور درود شریف کا ذکر کرنے کے بعد ایک حدیث نماز کے بعد کی دُعا کے تعلق سے سنن ابی داؤد سے بیان فرمائی کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ہاتھ سے پکڑا اور فرمایا اے معاذ اللہ کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں دو دفعہ فرمایا پھر فرمایا اے معاذ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ نماز کے بعد یہ دُعا چھوٹنے نہ پائے کہ اے اللہ میری مدد فرما کہ میں تیرا ذکر کروں تیرا شکر کرسکوں اور عمدگی کے ساتھ تیری عبادت کرسکوں۔ فرمایا چند الفاظ ہیں ان کو اچھی طرح یاد کرلیں یہ نماز کے بعد بہت مختصر اور بہت گہرا ذکر ہے۔ اللهم اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتک۔ ایک حدیث میں یہ بھی ذکر ہے کہ حضور صلعم اللهم انت السلام و منک السلام تبارکت یاذالجلال والاکرام بھی پڑھا کرتے تھے۔

نماز کے بعد کی ایک دُعا مسلم کتاب الصلوٰۃ سے حضور نے یہ بیان فرمائی کہ حضرت براء سے روایت ہے کہ جب ہم رسول اللہ کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہم یہ پسند کرتے تھے کہ ہم آپ کی دائیں طرف ہوں تاکہ آپ ہماری طرف اپنا چہرہ کرکے متوجہ ہوں۔ اور سب سے پہلا سلام ہماری طرف پہنچے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حضور کو یہ دُعا کرتے ہوئے سنتا تھا۔ کہ اے میرے رب مجھے اس روز جب تو اپنے بندوں کو مبعوث کرے گا اپنے عذاب سے بچانا۔ فرمایا کہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد کئی مختصر دُعائیں پڑھا کرتے تھے کبھی کوئی کبھی کوئی۔ فرمایا مختلف راویوں نے مختلف وقتوں میں مختلف دُعائیں سنیں۔

اسی طرح حضور نے نماز پڑھنے سے پہلے اور رات کے وقت قرآن کریم کے سجدوں میں پڑھی جانے والی اور وتر میں پڑھنے کی دُعائیں بیان فرمائیں۔

آخر پر حضور انور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباس بیان فرمائے جس میں خدا کی عظمت اور ادعیہ ماثورہ بکثرت مانگنے کی تلقین فرمائی۔ اور دُعاؤں کی اہمیت اور برکات بیان فرمائیں۔

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبادات کے آئینہ میں

از محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر جماعت احمدیہ قادیان

اَشْهَدُ اَنْ لاَّ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

(سورہ ذاریات آیت 57)

ترجمہ:- اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ۔ ارْجِعِىْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً۔ فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ۔ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ۔

(سورہ فجر آیت ۲۸ تا ۳۱)

ترجمہ:- اے نفسِ مطمئنہ! اپنے رب کی طرف لوٹ آ (اس حال میں کہ تو اسے) پسند کرنے ولا بھی ہے اور اس کا پسندیدہ بھی۔ پھر (تیرا رب تجھے کہتا ہے کہ) آ میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا اور (آ) میری جنت میں بھی داخل ہو جا۔

قابل احترام صدر اجلاس اور معزز سامعین خاکسار کو اس سال آپ کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے جس درخشندہ پہلو پر روشنی ڈالنا ہے اس کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت اور ذکر الٰہی سے ہے۔ خاکسار نے ابتدا میں جن آیات مبارکہ کی تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کا مقصد عبادت الٰہی کو قرار دیا ہے۔ اور یہ وہ مقصد وحید ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ابتداء تخلیق انسانیت سے ہی قرار دیا ہے کہ جس روز سے نبوت کا سلسلہ شروع ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو عبادت کے آداب سکھائے لیکن سلسلۂ تخلیق انسان سے انسان کے اندر اپنی عبادت کا جذبہ اور شوق اور تڑپ ایک بیج کے طور پر ودیعت کر رکھی ہے۔ چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس تعلق میں اپنی معرکتہ الآرا تصنیف "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں فرماتے ہیں:

"منجملہ انسان کی طبعی حالتوں کے جو اس کی فطرت کو لازم پڑی ہوئی ہیں ایک اس برتر ہستی کی تلاش ہے جس کے لئے اندر ہی اندر انسان کے دل میں ایک کشش موجود ہے اور اس تلاش کا اثر اسی وقت سے محسوس ہونے لگتا ہے جبکہ بچہ ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے کیونکہ بچہ پیدا ہوتے ہی پہلے روحانی خاصیت اپنی جو دکھاتا ہے وہ یہی ہے کہ ماں کی طرف جھکا جاتا ہے اور طبعاً اپنی ماں کی محبت رکھتا ہے اور پھر جیسے جیسے حواس اس کے کھلتے جاتے ہیں اور شگوفہ فطرت اس کا کھلتا جاتا ہے یہ کشش محبت جو اس کے اندر چھپی ہوئی تھی اپنا رنگ وروپ نمایاں طور پر دکھاتی چلی جاتی ہے پھر تو یہ ہوتا ہے کہ بجز اپنی ماں کے گود کے کسی جگہ آرام نہیں پاتا۔ اور پورا آرام اس کا اسی کے کنار عاطفت میں ہوتا ہے۔ اور اگر ماں سے علیحدہ کر دیا جائے اور دور ڈال دیا جائے تو تمام عیش اس کا تلخ ہو جاتا ہے۔ اور اگرچہ اس کے آگے نعمتوں کا ایک ڈھیر ڈال دیا جائے تب بھی وہ اپنی سچی خوش حالی ماں کی گود میں ہی دیکھتا ہے اور اس کے بغیر کسی طرح آرام نہیں پاتا۔ سو وہ کششِ محبت جو اس کو اپنی ماں کی طرف پیدا ہوتی ہے وہ کیا چیز ہے؟

در حقیقت یہ وہی کشش ہے جو معبود حقیقی کے لئے بچہ کی فطرت میں رکھی گئی ہے۔ بلکہ ہر ایک جگہ جو انسان تعلقِ محبت پیدا کرتا ہے در حقیقت وہی کشش کام کر رہی ہے اور ہر ایک جگہ جو یہ عاشقانہ جوش دکھلاتا ہے در حقیقت اسی محبت کا وہ ایک عکس ہے گویا دوسری چیزوں کو اٹھا اٹھا کر ایک گمشدہ چیز کو تلاش کر رہا ہے جس کا اب نام بھول گیا ہے۔ سو انسان کا مال یا اولاد یا بیوی سے محبت کرنا یا کسی خوش آواز کے گیت کی طرف اس کی روح کا کھینچے جانا در حقیقت اسی گمشدہ محبوب کی تلاش ہے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ:77-76)

عبادت الٰہی اور معرفت الٰہی کی یہی وہ کشش ہے جو تخلیق انسان سے نکل کر حضرت آدم علیہ السلام کے سلسلہ نبوت سے ہوتے ہوئے اپنی دائمی عروج کی منزلوں کی طرف سرور کائنات حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں داخل ہوئی اور آپ کے دور مبارک میں عبادت الٰہی انسانی صلاحیتوں کے اعتبار سے اتم واکمل درجہ پر پہنچ گئی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی فدائیت اور عبودیت کاملہ میں غرق ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے عبادت کی خاطر اپنے نفس پر سخت ظلم کرنے والا اور عشق الٰہی کے سمندر میں ڈوبا ہوا قرار دیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ۔ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلاً (احزاب آیت 73)

ترجمہ:- ہم نے کامل امانت (یعنی شریعت) کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تھا لیکن اس کے اٹھانے سے انہوں نے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے لیکن انسان نے اس کو اٹھالیا وہ یقیناً بہت ظلم کرنے والا اور عواقب سے بے پروا تھا۔

عشق الٰہی کی امانت اور عبادت الٰہی کی ریاضت آسمان زمین پہاڑ سب پر پیش کی گئی جس کے اٹھانے سے سب خوف زدہ ہوئے لیکن انسان کامل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی رفعت اور بلندی جن کے قلب کی فراخی زمین سے بڑھ کر اور جو پہاڑوں سے بڑھ کر مشقت جھیلنے والے ہیں آپ نے اس امانت کو برداشت کر لیا اس لئے کہ آپ تو خدا کی خاطر خود پر ظلموں کے پہاڑ توڑنے والے اور عشق الٰہی کے سمندر میں غوطہ زن ہیں قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو مجسمۂ عبادت قرار دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

قُلْ اِنَّ صَلٰوتِىْ وَنُسُكِىْ وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِىْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

(سورہ انعام آیت 163)

کہ میری تمام عبادتیں قربانیاں زندگی اور موت سب اللہ کے لئے وقف ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

اسی کیفیت کو قرآن مجید میں درج ذیل آیت میں یوں بیان فرمایا گیا ہے۔ سورۃ البقرہ آیت ۱۱۳ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔

ترجمہ:- کیوں نہیں جو بھی اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دے اور وہ نیک کام کرنے والا بھی ہو تو اس کے رب کے ہاں اس کے لئے بدلہ مقرر ہے اور ان لوگوں کو نہ آئندہ کے متعلق کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ وہ کسی سابق نقصان پر غمگین ہوں گے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"آیت موصوفہ بالا سعادت تامہ کے تینوں ضروری درجوں یعنی فنا، بقا اور لقا کی طرف اشارت کرتی ہے... اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ کا فقرہ یہ تعلیم کر رہا ہے کہ تمام قویٰ اور اعضا اور جو کچھ اپنا ہے خدا تعالیٰ کو سونپ دینا چاہئے اور اس کی راہ میں وقف کر دینا چاہئے اور یہ وہی کیفیت ہے جس کا نام دوسرے لفظوں میں فنا ہے وجہ یہ کہ جب انسان نے حسب مفہوم اس آیت ممدوحہ کے اپنا تمام وجود مع اس کی تمام قوتوں کے خدا تعالیٰ کو سونپ دیا اور اپنی نفسانی جنبشوں اور سکونوں سے باز آ گیا تو بلاشبہ ایک قسم کی موت اس پر طاری ہو گئی اور اسی موت کو اہل تصوف فنا کے نام سے موسوم کرتے ہیں پھر بعد اس کے وَهُوَ مُحْسِنٌ کا فقرہ مرتبہ بقا کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ جب انسان بعد فنائے اکمل واتم وسلب جذبات نفسانی الٰہی جذبہ اور تحریک سے پھر جنبش میں آیا اور بعد منقطع ہو جانے تمام نفسانی حرکات کے پھر ربانی تحریکوں سے پُر ہو کر حرکت کرنے لگا تو یہ وہ حیات ثانی ہے جس کا نام بقا رکھنا چاہئے۔

پھر بعد اس کے یہ فقرات فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ جو اثبات وایجاب اجر ونفی وسلب خوف وحزن پر دلالت کرتی ہیں یہ حالتِ لقا کی طرف اشارہ ہے۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 63)

عبادت کے اس درجہ کاملہ کو اسلامی اصطلاح میں فنا بقا اور لقا کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ کہ بندہ کامل اپنے رب کی عبادت اور محبت میں اپنے آپ پر اس قدر ظلم برداشت کرتا ہے اور اس قدر عشق میں ڈوب جاتا ہے کہ خود کو اس کی خاطر فنا کر دیتا ہے۔ تب اس کے عاشق کا ہاتھ اس تک بڑھتا ہے اور فنا کے مقام تک پہنچے ہوئے عبد کامل کو بقا کا مقام عطا کرتا ہے اور جب وہ بقا کے مقام تک پہنچتا ہے تو پھر اس کا معبود و محبوب اسے اپنی ملاقات کے درجہ سے سرفراز کرتا ہے ایسی صورت میں معبود اور اس کا محبوب یک جان ہو جاتے ہیں اور خدا کی مرضی اس کی مرضی ہو جاتی ہے اس حقیقت کو ایک حدیث قدسی میں یوں بیان کیا گیا ہے:

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ مَنْ عَادٰى لِىْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَىَّ عَبْدِىْ بِشَيْئٍ اَحَبَّ اِلَىَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِىْ يَتَقَرَّبُ اِلَىَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ۔ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِىْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِىْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِىْ يَبْطِشُ بِهَا۔ وَرِجْلَهُ الَّتِىْ يَمْشِىْ بِهَا۔ وَاِنْ سَاَلَنِىْ اَعْطَيْتُهٗ۔ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِىْ لَاُعِيْذَنَّهٗ۔ (بخاری)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھتا ہے میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں۔ اور بندہ جن چیزوں کے ذریعہ سے میرا تقربؔ حاصل کرتا ہے ان میں سے کوئی چیز فرائض سے زیادہ مجھے محبوب نہیں۔ بندہ نوافل کے ذریعہ میرا اقرب حاصل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اپنے بندے سے محبت کرنے لگوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں عطا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں ضرور اُسے پناہ دیتا ہوں۔

اسلام میں عبادت کی یہی کاملیت ہے کہ عبادت گذار بندہ اپنے معبود کے اس قدر قریب ہو جاتا ہے کہ وہ اور اس کا معبود دونوں ایک دوسرے کے مشابہ نظر آتے ہیں اور عبادت کاملہ کا یہ درجہ امت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب میں کامل اور اتم طور پر پایا۔ اور آپ کی پیروی کی برکت سے امت میں ہزاروں افراد نے علی حسبِ استعداد اس درجہ کو حاصل کیا ہے۔ اور ایک اس وجود نے بھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل مشابہت کے نتیجہ میں مسیح و مہدی کے مقام پر فائز ہوا۔ جن کے متعلق سابقہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ امام مہدی اہل ارض سے کہے گا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا ہے وہ میرے وجود کو دیکھ لے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب "الخیر الکثیر" میں فرماتے ہیں:

"حَقٌّ لَهُ اَن يَّنعَكِسَ فِيهِ اَنوارُ سَيِّدِ الْمُرْ سَلِينَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ يَزْعَمُ الْعَامَّةُ اَنَّهُ اِذَا نَزَلَ اِلَى الْاَرْضِ كَانَ وَاحِدًا مِنَ الْاُمَّةِ. كَلَّا بَلْ هُو شَرْحٌ لِّلاسْمِ الْجَامِعِ الْمُحَمَّدِيِّ وَنُسْخَةٌ مُنْتَسِخَةٌ مِنْهُ فَشَتَّانِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَحَدٍ مِنَ الْاُمَّةِ" (الخیر الکثیر صفحہ:۷۲)

یعنی امت محمدیہ میں آنے والے مسیح کا یہ حق ہے کہ اس میں سید المرسلین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کا انعکاس ہو۔ عوام کا خیال ہے کہ مسیح جب زمین کی طرف نازل ہوگا تو وہ صرف ایک امتی ہوگا ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہ تو اسم جامع محمدی کی پوری تشریح ہوگا اور اسی کا دوسرا نسخہ ہوگا۔ پس اس میں اور ایک عام امتی کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل و مکمل قرب الٰہی کے مقام کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کرتے ہوئے آپ کے اعمال کو الٰہی اعمال کا ظل قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (انفال آیت ۱۸)

ترجمہ:- اور اے محمد! جب تو نے پتھر پھینکے تھے تو تو نے نہیں پھینکے تھے بلکہ اللہ نے پھینکے تھے۔

اور آپ کی بیعت کو خدا کی بیعت قرار دیا ہے۔ فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ. (سورۃ الفتح آیت ۱۱)

وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ صرف اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔

سامعین کرام قبل اس کے کہ عبادت کاملہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے روشن اور جگمگاتے ہوئے پہلوؤں میں آپ کو دکھاؤں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کا معنی و مفہوم بھی بیان کیا جاوے۔

اَرْضٌ مُعَبَّدٌ اس سرزمین کو کہتے ہیں جسے چل چل کر سرمہ کی طرح باریک کر دیا گیا ہو کہ چلنے والوں کے پاؤں کے نقش اس پر جم جائیں۔ اب عبادت بھی یہی ہے کہ عابد کے دل پر معبود کا مکمل نقش گھر کر جائے۔

جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ کی تمام زندگی کو عبادت کے اعلیٰ رنگوں سے مزین پاتے ہیں یہاں تک کہ مکہ کے بدّو گواہی دیتے تھے کہ ہمیں تو معلوم نہیں کہ محمد کس کی عبادت کرتا ہے لیکن یہ ضرور گواہی دیتے ہیں کہ "عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ" کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کا عاشق ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَ سَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

عبادت الٰہی

ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی قوم میں پیدا ہوئے تھے کہ ساری قوم کلی طور پر شرک کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی خدا کی عبادت کا تصور تک ان میں باقی نہ رہ گیا تھا روحانی لحاظ سے ایک مردہ قوم تھی ایسے ماحول میں آپ کے قلب اطہر کا خدا کی عبادت کی طرف جھکنا ایک زبردست دلیل یقیناً اس بات کی ہے کہ آپ خدا کے فضل سے عبودیت کے اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز تھے۔

آپ کی عبادت غارِ حرا کے تخلیہ سے شروع ہوئی غارِ حرا کی اسی عبادت نے دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیا اور زمین پر الوہیت و عبودیت کی گمشدہ راہوں کو استوار کیا اور ایک مردہ قوم زندہ ہو گئی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عبادت نے خالق و مخلوق میں وہ مضبوط رشتہ پیدا کر دیا کہ جس کا ٹوٹنا قیامت تک کے لئے ممکن نہیں۔

تاریخ کی شہادت موجود ہے کہ آپ قوم کے غم میں غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور اپنے خالق و مالک کے آستانہ میں جھک جاتے۔ گریہ وزاری اور آہ و بکا کا سلسلہ جاری ہو جاتا۔ ہچکیاں بندھ جاتیں آستانہ الٰہی آپ کے آنسوؤں سے تر ہو جاتا یہ عبادت کا دلفریب منظر بہت دنوں تک جاری رہا آخر عبودیت کی قوت جذب نے معبود برحق سے اپنا مضبوط رشتہ قائم کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی عبادت میں سرشار پا کر منصب نبوت پر متمکن فرمایا اور عبادت الٰہی کے ایک جامع اور کامل نظام کو دنیا میں رائج کرنے کا حکم دیا۔ فرمایا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرْ.

کہ تو لوگوں کو ایک خدا کی پرستش کی طرف بلا اور انہیں عبادت الٰہی کی تلقین کر اور جا تجھے حکم دیا جاتا ہے کہ اپنے قول و عمل سے نمونہ بن کر اس حکم کو صادر کر۔

ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ سال تک اہل مکہ کو ایک رب کی عبادت کی طرف بلاتے رہے۔ خود خدا کی عبادت دل و جان سے بجالاتے ہر چند کہ آپ کو خدا کی عبادت میں سخت سے سخت اذیتیں پہنچائی جاتیں مگر آپ اپنے مولا کی عبادت میں فدا رہتے ایک بار جبکہ آپ خانہ کعبہ میں عبادت بجا لا رہے تھے سجدہ کی حالت میں دشمنوں نے آپ کی پیٹھ مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی لا کر رکھ دی جبین مبارک آستانۂ الٰہی پر اپنی عبودیت میں سرشار تھا اور دشمن دور کھڑے ہو کر قہقہے لگا رہا تھا اور اپنی ناپاک حرکت پر خوش ہو رہا تھا مکہ میں تیرہ سال تک اپنے رب کی عبادت کی خاطر سخت تکلیفیں اٹھائیں مگر کبھی بھی عبادت میں ماند نہ پڑے۔

ہر ایک صاحب بصیرت جب بھی ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر نظر ڈالے گا تو اس امر سے بخوبی آگاہ ہوگا کہ عبد کامل حضرت محمد مصطفی ﷺ کو اپنے رب کی عبادت میں کس قدر شغف تھا اور کس قدر اس کا التزام فرماتے تھے اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ۔ جب آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو سخت ضعف کے باعث حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو آپ نے نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھانی شروع کی تو آپ نے تکلیف میں کسی قدر افاقہ محسوس کیا اور نماز کے لئے نکلے چنانچہ آپ فرماتی ہیں:

فَوَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَفْسِهِ خِفَّةً فَخَرَجَ يُهَادِى بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَاَنِّى اَنْظُرُ رِجْلَيْهِ يَخُطَّانِ الْاَرْضَ مِنَ الْوَجْعِ فَاَرَادَ اَبُوْ بكر اَنْ يَّتَاَ خَّرَ فَاَوْمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ مَكَانَكَ ثُمَّ اُتِىَ بِهٖ حَتّٰى جَلَسَ اِلٰى جَنْبِهٖ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّى بِصَلَاتِهٖ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاةِ اَبِىْ بَكْرٍ.

ترجمہ:- کہ حضرت ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دینے کے بعد جب نماز شروع ہو گئی تو آپ نے مرض میں کچھ خفت محسوس کی پس آپ نکلے دو آدمی سہارا دیکر آپ کو لے جا رہے تھے اور اس وقت میری آنکھوں کے سامنے وہ نظارہ ہے کہ شدت درد کی وجہ سے آپ کے قدم زمین سے چھوتے جاتے آپ کو دیکھ کر حضرت ابو بکرؓ نے ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹ آئیں۔ اس ارادہ کو معلوم کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو۔ پھر آپ کو وہاں لایا گیا اور آپ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گئے۔ اس کے بعد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنی شروع کی اور حضرت ابو بکرؓ نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کی اور باقی لوگ حضرت ابو بکر کی نماز کی اتباع کرنے لگے۔

احباب کرام غور فرمائیے کہ اُس مرض میں جس میں آپ فوت ہو گئے اور جس کی شدت کا یہ حال تھا کہ آپ کو بار بار غشی آجاتی تھی اٹھنے سے قاصر تھے۔ لیکن جب نماز شروع ہوئی اور اقامت کی آواز کان میں پہنچی تو آپ برداشت نہ کر سکے کہ خاموش بیٹھ رہیں۔ قربان جایئے اس شوق عبادت پر دو کندھوں کا سہارا لیتے ہیں اور لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ خدا کے گھر میں حاضری دیتے ہیں اور نماز کو پوری شرائط کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ عبودیت کے اس دل فریب منظر سے ایک صاحب بصیرت سمجھ سکتا ہے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تکلیف کی حالت میں عبادت الٰہی سے یہ وابستگی تھی تو صحت کی حالت میں کیا ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ عبادت الٰہی آپ کی غذا تھی۔ اس کے بغیر آپ اپنی زندگی میں کوئی لطف نہ پاتے تھے۔ آپ اپنی قلبی کیفیت کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

قُرَّةُ عَيْنِىْ فِى الصَّلٰوة.

کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت میں ایک تسلسل کا رنگ تھا۔ جب کچھ حصہ وقت عبادت میں گذارتے تو خیال کرتے کہ پروردگار کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے اس کام کی توفیق دی ادائیگی شکر کے جذبہ سے سرشار ہو کر کچھ اور عبادت کرتے اور اسے بھی خدا کا احسان سمجھ کر کہ شکر بجالانا بھی ہر ایک کے بس کی بات نہیں پھر اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ اس طرح عبد کامل حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا سلسلہ اتنا وسیع ہو جاتا کہ بارہا عبادت کرتے کرتے آپ کے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے صحابہؓ عرض کرتے کہ یا رسول اللہ آپ کو اس قدر عبادت کی کیا حاجت ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ بخش نہیں دیئے۔

عبد کامل کا جواب ملاحظہ فرمائیے فرماتے ہیں تو پھر ایسی صورت میں کیا میں اپنے رب کا شکر نہ کروں۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے۔

ان کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیَقُوْمُ اَوْلِیُصَلِّی حَتّٰی تَرِمَ قَدَمَاہُ اَوْ سَاقَاہُ۔ فَیُقَالُ لَہٗ۔ فَیَقُوْلُ اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا۔ (بخاری)

ترجمہ:۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوا کرتے تھے تو اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ آپ کے قدم مبارک یا پنڈلیاں متورم ہو جاتیں۔ لوگ جب آپ سے سوال کرتے کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو آپ جواب دیتے کہ کیا میں اپنے رب کا شکر گذار بندہ نہ بنوں۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت پر نظر کرنے کے ساتھ ساتھ اس امر کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ ہمارے آقا و مطاع صلی اللہ علیہ وسلم رات کے ایک معتدبہ حصہ کو عبادت میں گذارنے کے بعد دن کو سو کر نہ گذارتے بلکہ اس قدر مصروف الاوقات تھے کہ آپ کے پاس دن میں آرام کرنے کا ایک لحہ بھی وقت نہ تھا۔ حال یہ تھا کہ تبلیغ اسلام اور اشاعت دین کا فریضہ آپ کے ذمہ تھا۔ امام الصلوۃ آپ تھے۔ دور دور سے جو وفود آپ کی خدمت میں آتے تھے آپ ان سے ملاقات کرتے اور ان کے مطالبات کا جواب دیتے جنگوں کی کمان بھی خود کرتے صحابہ رضوان اللہ علیہم کو قرآن کریم کی تعلیم خود دیتے قاضی بھی خود تھے۔ دن بھر کے جھگڑوں کے فیصلے خود فرماتے۔ عمال کا انتظام، بیت المال کا انتظام، ملک کا انتظام، بیویوں کے حقوق کی نگہداشت پھر گھر کے کام کاج میں شریک ہونا یہ سب کام آپ دن میں سرانجام دیتے ان تمام کاموں کی سرانجام دہی کے بعد چور چور ہو کر بستر پر پڑ جائیں اور ساری رات بے خیالی میں آرام سے گذار دیں ایسا ہرگز نہ تھا بلکہ بالکل اس کے برعکس حال تھا۔

دن بھر کے کام سے جسم اگرچہ تھکان محسوس کرتا لیکن دل یاد الٰہی میں انگڑائیاں لیتا بار بار بستر سے اٹھ کر بیٹھ جاتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کرتے نصف رات کے گذرنے پر تن تنہا جب چاروں طرف خاموشی اور سناٹا چھایا ہوا ہوتا اپنے رب کے حضور میں نہایت عجز و نیاز سے کھڑے ہو جاتے اور عبادت کا ایک نہایت ہی دلنشین منظر شروع ہو جاتا۔ اتنی دیر دیر تک عبادت کا یہ سلسلہ جاری رہتا کہ بڑے سے بڑا طاقتور انسان بھی آپ کے مقابل پر تھک کر چور چور ہو جاتا۔ چنانچہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

"ایک دفعہ میں بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو گیا تو اس قدر تکلیف ہوئی کہ قریب تھا کہ میں نماز توڑ کر بھاگ جاتا۔ کیونکہ میرے قدم اب زیادہ بوجھ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اور میرے طاقت سے باہر تھا کہ زیادہ دیر تک کھڑا رہ سکوں"

احباب کرام یہ بیان اس شخص کا ہے جو جوان تھا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت عمر میں کم تھا جس سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی عبودیت کے اظہار کے لئے عبادات الٰہی میں اس قدر انہماک تھا کہ باوجود پیری کے اور دن بھر کام میں مشغول رہنے کے آپ اتنی دیر دیر تک اپنے رب کے حضور میں کھڑے رہتے۔ پس آپ کی عبادتوں کی اس مختصر سی جھلک کے بعد زبان اس بات کے اقرار پر مجبور ہے کہ لاریب آپ خدا کے عبد کامل تھے۔

ذکر الٰہی

اظہار عبودیت اور اس کی تکمیل کے لئے جہاں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نماز کا ایک جامع اور معین نظام عطا کیا وہاں پر اس کی زندگی کے ہر ہر لحہ کو ذکر الٰہی کی عبادت سے مزین فرمایا۔ ایک عابد جب نماز کے ذریعہ اپنی عبودیت کا اظہار کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت سے اپنے دل کو شاداب کرتا ہے تو ایسا ہی ایک فطری جذبہ جنم لیتا ہے اور وہ کبھی نہیں چاہتا کہ اس کا محبوب ایک لحہ کے لئے بھی اس سے جدا ہو۔ چنانچہ اسلام نے عابدین کے اس فطری تقاضہ کی تکمیل کے لئے ذکر الٰہی کے نظام کو جاری کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔ (احزاب آیت ۴۲-۴۳)

کہ اے لوگو جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہو اور اپنی عبودیت کا دم بھرتے ہو اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کیا کرو اور صبح شام التزام کے ساتھ اس کی تسبیح کیا کرو۔

پھر اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَۃً وَّدُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغَافِلِیْنَ۔ (اعراف آیت ۲۰۶)

کہ اے نبی تو اپنے نفس میں اپنے رب کو عجز اور خوف کے ساتھ یاد کرتے رہا کر اور دھیمی آواز سے صبح بھی اور شام بھی ایسا ہی کیا کر اور کبھی غفلت کرنے والوں میں شامل نہ ہو۔

پھر اپنے عابد بندے کی علامات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (آل عمران آیت ۱۹۲)

کہ وہ جو ہمارے عابد بندے ہیں انہیں دور سے دیکھ کر جانا جا سکتا ہے کیونکہ جب وہ کھڑے ہوتے ہیں تب بھی اور جب بیٹھتے ہیں تب بھی اور جب کبھی اپنے پہلوؤں پر لیٹتے ہیں تب بھی اپنے اللہ کو دل سے یاد کرتے ہیں اور یہیں پر بس نہیں کرتے بلکہ اپنی قوت فکری سے آسمان و زمین کی تخلیق پر غور کرتے ہیں اور بے اختیار اپنے معبود برحق کی عظمت کی شہادت دیتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے یونہی بے فائدہ اور بے مقصد اس عالم کو پیدا نہیں کیا ہے ہم تیری سبوحیت اور پاکی کے اقراری ہیں تو بھلا کیونکر بے مقصد کام کرنے لگا پھر اپنی عبودیت کا اظہار کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچائیو

ان ارشادات ربانی کی اقتداء میں اللہ تعالیٰ کی ذکر کو عام کرنے کی خاطر عبد کامل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب و تحریص کا نیا سے نیا دلنشین انداز اختیار کیا۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی: اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ۔ وَاَنَا مَعَہٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ۔ فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاٍ خَیْرٍ مِّنْھُمْ (بخاری مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے کہ میں اپنے بندہ کے گمان کے موافق ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھ کو یاد کرتا ہے سو اگر وہ مجھ کو اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اور اگر وہ کسی جماعت میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کا ایسی جماعت میں ذکر کرتا ہوں جو ان سے بہتر ہے۔

پھر ایک دوسرے موقع پر فرمایا:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ۔ قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ۔ قَالَ الذَّاکِرُوْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذَّاکِرَاتُ۔ (مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مفردون بازی لے گئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مفردون کون ہیں ارشاد ہوا کثرت سے ذکر الٰہی کرنے والے مرد اور عورتیں ہیں۔

پھر ذکر الٰہی کی فضیلت اور اس کی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍؓ قَالَ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَّذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا حَفَّتْھُمُ الْمَلٰئِکَۃُ وَغَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ وَنَزَلَتْ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃُ وَذَکَرَھُمُ اللّٰہُ فِیْمَنْ عِنْدَہٗ۔ (مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت ابو سعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی کوئی قوم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے تو فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور رحمت خداوندی ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور سکینت ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان سے کرتا ہے جو اس کے پاس ہوتے ہیں۔

پھر جب ہم عبد کامل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عملی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شہادت سامنے آجاتی ہے آپ فرماتی ہیں:

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَذْکُرُ اللّٰہَ کُلَّ اَحْیَانِہٖ۔ (مسلم)

کہ آنحضرت ﷺ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے۔

احباب کرام یہ شہادت کوئی معمولی شہادت نہیں ہے بلکہ اس خاتون کی شہادت ہے جو آپ کی ازواج مطہرات میں ممتاز حیثیت رکھنے والی تھیں۔ اور آپ کے ہر ہر حرکت و سکون سے آگاہ تھیں پس بلاشک ذکر الٰہی آنحضرت ﷺ کی حرز جان تھی۔

تاریخ کے اوراق الٹا جائیے۔ ہر ہر حدیث پر نظر ڈال جائیے ایک بھی مقام تو ایسا نہ ملے گا جہاں کوئی انگلی رکھ کر یہ کہہ سکے کہ یہ دیکھو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے یہاں پر اپنے رب کا نام نہیں لیا ہے۔ آپ کی زندگی ذکر الٰہی سے اس طور پر معمور تھی کہ عقل حیران ہو جاتی ہے یہ سوچ کر کہ کتنا پیار تھا آپ کو اپنے پروردگار سے۔ کھانا کھاتے ہیں تو اس کا نام لیتے ہیں کھا چکتے ہیں تو اس کا نام لیتے ہیں۔ گھر سے نکلے تو اس کے ذکر کے ساتھ نکلے گھر میں داخل ہوئے تو اس کو دل میں بسا کر داخل ہوئے کوئی کام شروع کرتے ہیں تو اس کے نام سے۔ ختم کرتے ہیں تو اس کے نام سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سچ ہی تو کہا تھا کہ یَذْکُرُ اللّٰہَ کُلَّ اَحْیَانِہٖ۔ کہ آپ جس جگہ میں بھی ہیں جس حال میں بھی ہیں اپنے رب کو ہمیشہ یاد کیا کرتے تھے۔

باقی

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَّ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقًا

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑادے۔

سیدنا محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عدیم المثال توکل علی اللہ

محترم مولانا
محمد حمید کوثر صاحب
استاذ مدرسہ احمدیہ قادیان

مَدَحْتُ اِمَامَ الْاَنْبِیَاءِ وَاِنَّهٗ
لَا رَفْعَ مِنْ مَّدْحِیْ وَاَعْلٰی وَاَکْبَرُ
دَعْوَاکُلُّ فَخْرٍ لِلنَّبِیِّ مُحَمَّدٍ
اَمَامَ جَلَالَةِ شَانِهِ الشَّمْسُ اَحْقَرُ

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے " وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ "یعنی جو کوئی اللہ پر توکل کرتا ہے وہ اللہ اُس کے لئے کافی ہے توکل کا عام اور سیدھا سادہ مفہوم یہ ہے کہ انسان اُن تمام کوششوں اور تدابیر کو بروئے کار لائے جو کسی کام کی تکمیل یا مقصد کے حصول کیلئے اُس کے بس اور امکان میں ہے پھر معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے اور اُسی پر کامل بھروسہ و اعتماد کرے۔ اس قرآنی حکم کی صحیح تفسیر و تاویل ہمیں اپنے آقا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے اسوہ اور قدوہ میں ملتی ہے۔ اگر ہم آپ کی حیات مبارکہ کی گہرائی اور تفصیل میں جائیں تو معلوم ہوگا کہ آنحضرت ﷺ کی ساری زندگی ہی اللہ تعالیٰ کے سہارے اُسی کے زیر سایہ اُسی کی حفظ و امان میں بسر ہوئی۔ "محمود پاشا فلکی مصری" کی تحقیق کے مطابق آنحضرت ﷺ کی ولادت ۲۰ اپریل ۵۷۱ مطابق ۹ ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی۔ ایک اور تاریخی روایت سے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے والد عبد اللہ آپؐ کی پیدائش کے چند دن بعد فوت ہوئے تھے۔ اس بارے میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی آخری تصنیف پیغام صلح میں فرماتے ہیں:۔

"تاریخ کو دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہی ایک یتیم لڑکا تھا جس کا باپ پیدائش سے چند دن بعد ہی فوت ہوگیا اور ماں صرف چند سال کا بچہ چھوڑ کر مرگئی تھی۔ تب وہ بچہ جس کے ساتھ خدا کا ہاتھ تھا بغیر کسی کے سہارے کے خدا کی پناہ میں پرورش پاتا رہا......"

چنانچہ سیرت کی مشہور کتاب " السیرة الحلبیة " میں یہ تحریر ہے کہ " قیل انّ موت والدہ صلی اللہ علیہ وسلم کان بعد أن تم لھا من حملھا شھران وقیل قبل ولادتہ بشھرین وقیل کان فی المھد حین توفی ابوہ ابن شھرین" (الجزء الاول صفحہ ۷۳)

کہا گیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے والد نے اُس وقت وفات پائی جب کہ آپ کی والدہ ماجدہ کو حمل ٹھہرنے پر دو ماہ گزر چکے تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی پیدائش سے دو ماہ پہلے وفات پاگئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ اُس وقت پنگھوڑے میں دو ماہ کے بچے تھے جب آپؐ کے والد نے وفات پائی۔ یہ آخری روایت السہیلی کی ہے اور اسی کے متعلق اسی جگہ لکھا ہے علیہ اکثر العلماء کہ اکثر علماء اسی روایت کو درست مانتے ہیں۔

یعنی جب آپ بچے تھے تو اللہ تعالیٰ پر ہی آپ کا توکل تھا اور جب آپ جوانی کی عمر کو پہنچے تب بھی آپ کا سہارا اللہ تعالیٰ کی ذات تھی۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت کا اعلیٰ مقام عطا فرمایا تب بھی آپؐ نے ہر خطرہ کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کیا اس ضمن میں چند مثالیں اختصار سے درج ذیل ہیں:۔

۱۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک دفعہ "اراشہ" نامی ایک شخص مکہ میں اونٹ فروخت کرنے کیلئے آیا عمر بن ہشام جس کی کنیت تو ابوالحکم تھی بعد میں ابوجہل مشہور ہوئی اُس نے اونٹ خریدے اور جب اپنے قبضہ میں لے لئے تو "اراشہ" کو اونٹوں کی قیمت ادا کرنے میں تاخیر اور ٹال مٹول سے کام لینے لگا ادھر "اراشہ" اس سے رقم حاصل کرنے کیلئے اس کی منت سماجت کرتا رہا ابوجہل یہ سوچ رہا تھا کہ "اراشہ" ایک اجنبی آدمی ہے اور میں مکہ کا رئیس ہوں اگر میں اس کی رقم نہ بھی دوں تو یہ میرا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ "اراشہ" ایک دن کعبۃ اللہ کے نزدیک منعقد رؤساء قریش کی مجلس میں حاضر ہوا اور بڑی ہی عاجزی و انکساری سے کہنے لگا کہ میں ایک اجنبی اور مظلوم انسان ہوں "ابوالحکم" مجھے میرے اونٹوں کی قیمت ادا نہیں کر رہا مجھے اُس سے میرا حق دلوادیں۔ رؤساء قریش نے تماشہ دیکھنے کیلئے اراشہ کو کہا کہ ہم اس معاملہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتے۔ مکہ میں ایک ہی شخص ہے محمد (ﷺ) جو تمہاری مدد کرسکتا ہے اور ابوالحکم سے تمہارا حق دلوا سکتا ہے۔ اراشہ کو حضورؐ کے پاس بھجوانے کا مقصد یہ تھا کہ یہ شخص محمدؐ (ﷺ) کے پاس جائے گا و راگر آپؐ نے اس کا حق دلوانے کے لئے ابوجہل سے کچھ کہا تو وہ آپ کی بے عزتی کرے گا۔ اور اگر آپؐ اس کی مدد کیلئے آمادہ نہ ہوئے تو آپ اہل مکہ اور دوسروں کی نظروں میں گر جائیں گے کہ یہ حلف الفضول کے عہد کے مطابق مظلوموں کی مدد کے قابل نہیں ہے۔ چنانچہ اراشہ نے جب یہ سنا (مرتا کیا نہ کرتا کی مثال کے مطابق) سیدھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور سارا قصہ سنایا، حضور ﷺ نے اس کی مظلومیت کا حال سنا تو فوراً بلا توقف و تامل اٹھے اور اُسے ساتھ لیکر ابوجہل کے مکان پر پہنچے دروازہ پر دستک دی ابوجہل باہر نکلا۔ اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کا قرض خواہ حضورؐ کے ساتھ اُس کے گھر کے سامنے کھڑا ہے آپؐ نے ابوجہل کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اس شخص کا حق فوراً ادا کرو۔ ابوجہل نے خوف و ڈر کی حالت میں جواب دیا۔ ٹھہرو میں ابھی اس کا حق ادا کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ اندر گیا اور اونٹوں کی قیمت لاکر اراشہ کے سپرد کی۔ اراشہ نے حضور کا شکریہ ادا کیا۔ اور دوبارہ رؤساء قریش کی مجلس میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میں آپ لوگوں کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے ایسے شخص کا پتہ بتایا جس نے مجھے ابوجہل سے میرا حق دلوادیا تھوڑی دیر کے بعد ابوجہل بھی قریش کی مجلس میں آپہنچا تو اُسے قریش نے طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ تم ہمیں محمد ﷺ کو ذلیل و رسوا کرنے کا سبق پڑھاتے ہو اور خود اس کے کہنے پر اراشہ کے اونٹوں کی قیمت ادا کرکے اُسے عامۃ الناس کی نظروں میں محترم و معزز بنادیا۔ ابوجہل نے اُن کو جواباً کہا کہ اگر تم لوگ میری جگہ ہوتے تو تم بھی وہی کرتے جو میں کرنے پر مجبور و مضطر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ محمد ﷺ کے دائیں اور بائیں مست اونٹ کھڑے ہیں (جو انکار کی صورت میں) میری گردن مروڑ کر مجھے ہلاک کردیں گے۔ (سیرۃ ابن ہشام)

اس واقعہ سے یہ بات واضح ہے کہ رسول کریم ﷺ کا تنہا ابوجہل کے گھر اس طرح چلے جانا خطرے سے خالی نہ تھا۔ عداوت و دشمنی کی وہ آگ جو ابوجہل کے سینے میں بھڑک رہی تھی آنحضرت ﷺ کے لئے باعث تکلیف و نقصان ہوسکتی تھی۔ مگر ہمارے آقا محمد المصطفیٰ ﷺ نے اپنے رب پر توکل کرتے ہوئے اُس مظلوم کی مدد کیلئے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالا اور اللہ تعالیٰ جو القدیر اور القوی ہے اُس نے آپ کی مدد فرمائی اور آپ ایک جابر و ظالم سے مظلوم کا حق دلوانے میں کامیاب و کامران ہوگئے۔

۔۲۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اعلانِ نبوت فرمایا تو مخالفت و عداوت کا آغاز بھی اُسی کے ساتھ ہوگیا اور اسلام کی ترقی و تقدم کے ساتھ ساتھ یہ آگ بھی مزید بھڑکتی گئی۔ اسی مخالفت و عداوت کی کوکھ سے آپ کو قتل کرنے اور صفحہ دنیا سے مٹادینے کی متعدد سازشوں اور کوششوں نے جنم لیا لیکن اُس زمانہ کے رواج کے مطابق حضورؐ کا قتل بین القبائل مروجہ سیاست و اصول کے خلاف تھا۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہوتا تو بنوہاشم (جس کے آپؐ چشم و چراغ تھے) کی حمیت و غیرت بھڑک اٹھتی اور وہ قاتل قبائل پر حملہ کردیتے اور انتقام لئے بغیر آرام سے نہ بیٹھتے۔ اس اندیشہ و خطرہ سے بچنے کیلئے رؤساء قریش نے باہمی مشورہ کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ ابوطالب جو کہ حضورؐ کے چچا اور بنوہاشم کے سردار ہیں۔ اُن کے پاس ایک وفد بھجوایا جائے چنانچہ ولید بن مغیرہ عاص بن وائل عتبہ بن ربیعہ ابوجہل بن ہشام ابوسفیان پر مشتمل ایک وفد ابوطالب کے پاس گیا اور انتہائی ادب و احترام سے کہا کہ آپ قریش کے معزز رؤساء میں سے ہیں اور ہماری التجاء ہے کہ آپ محمد ﷺ کو اسلام کی اشاعت سے روکیں یا اُس کی پشت پناہی اور حمایت چھوڑدیں ہم خود فیصلہ کرلیں گے ابوطالب نے اُن کی بات سنی اور نرمی سے انہیں سمجھایا اور اُن کے غیظ و غضب کی آگ کو ٹھنڈا کرکے انہیں واپس بھجوادیا۔

کچھ عرصہ کے بعد یہ وفد پھر ابوطالب کے پاس گیا اور کہا اب معاملہ حد سے تجاوز کرگیا ہے اب ہم اس سے زیادہ صبر نہیں کرسکتے۔ محمد (ﷺ) نے ہمیں رجس یعنی پلید و ناپاک کہا ہے نیز "سُفہاء" اور شر البریۃ (یعنی بے وقوف اور بدترین مخلوق) کہا ہے۔ ہمارے قابل احترام بتوں کے بارے میں توہین آمیز الفاظ استعمال کئے ہیں ہم اپنی اور اپنے قابل احترام بتوں کی ذلت اس سے زیادہ برداشت نہیں کرسکتے۔ اب آپ فیصلہ کرلیں یا تو محمد ﷺ کی تائید و حمایت سے کنارہ کش ہو جائیں یا پھر سب قبائل سے مقابلہ کیلئے تیار ہو جائیں اور یہ مقابلہ اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک فریقین میں سے ایک ہلاک نہ ہو جائے وفد کے آنے کے وقت حضورؐ گھر میں موجود نہ تھے جب آپؐ تشریف لائے تو ابوطالب نے آپ سے کہا کہ اے میرے بھتیجے اہل مکہ تیری باتوں سے بہت مشتعل ہوئے ہیں۔ اب وہ تجھے اور تیرے ساتھ مجھے بھی قتل کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اس دشنام دہی کو چھوڑدو اور اپنی زبان کو ایسے الفاظ کے استعمال سے روکو۔ جب رسول کریم ﷺ نے اپنے چچا سے یہ بات سنی تو آپ کو اس نتیجہ پر پہنچنے میں دیر نہیں لگی کہ میرے چچا بھی اپنی قوم کے رؤساء کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوگئے ہیں۔ اور دنیوی اعتبار سے یہ آخری سہارا بھی ڈگمگاتا نظر آرہا ہے۔ ایسے نازک وقت میں آپ نے اپنے بھیجنے والے رب پر کامل توکل کرتے ہوئے اپنے چچا کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

يَا عَمِّ وَاللّٰهِ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِيْ يَمِيْنِيْ وَالْقَمَرَ فِيْ يَسَارِيْ عَلٰى اَنْ اَتْرُكَ هٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰى يُظْهِرَهُ اللّٰهُ اَوْ اَهْلِكَ فِيْهِ مَا تَرَكْتُهٗ (ابن ہشام)

ترجمہ:۔ خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے دائیں میں سورج اور بائیں میں چاند لاکر رکھ دیں تب بھی میں اپنے فرض کی ادائیگی سے باز نہیں رہ سکتا میں اپنے کام کو کرتا رہوں گا یہاں تک کہ خدا اُسے پورا کرے یا اسی کوشش میں ہلاک ہو جاؤں۔۔

۔ ۳ ۔

جب مکہ میں مسلمانوں پر مظالم کی انتہاء ہو گئی تو وہ آہستہ آہستہ یثرب (مدینہ منورہ) کی طرف ہجرت کرنے لگے اور ایک وقت ایسا آیا کہ مسلمانوں کی اکثریت مکہ سے جاچکی تھی۔ ادھر قریش کو یہ فکر ہوئی کہ اُن کا شکار ہاتھ سے نکلا جارہا ہے چنانچہ ایکدن قریباً ایک سو مشرکین مکہ میں اپنی پارلیمنٹ (دارالندوہ) میں مشورہ کیلئے جمع ہوئے اور اس اجلاس میں رسول کریم ﷺ سے نجات حاصل کرنے کیلئے مختلف تجاویز و آراء پیش ہوئیں۔ آخر میں ابو جہل کی رائے یہ تھی کہ ہر قبیلہ سے ایک نوجوان منتخب کیا جائے اُس کے ہاتھ میں تلوار دی جائے۔ پھر سب نوجوان یک دفعہ محمد (ﷺ) پر قاتلانہ حملہ کرکے اسے قتل کردیں۔ اس طرح محمد (ﷺ) کے قبیلہ والے سب قبائل سے انتقام نہ لے سکیں گے اور آخر انہیں دیت لینے پر مجبور ہونا پڑے گا وہ ہم انہیں دے دیں گے۔ یہ تجویز متفقہ طور پر منظور ہوئی۔ اور اس کی تنفیذ کیلئے ایک تاریک رات میں ظالم قریش جو مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے اپنے خونی ارادے کے ساتھ آپ کے مکان کے ارد گرد جمع ہوئے اور گھر کا محاصرہ کرلیا اور انتظار کرنے لگے کہ کب صبح ہو اور محمد ﷺ گھر سے نکلیں اور آپ پر یکدفعہ حملہ کرکے آپ کو قتل کردیں اسی دوران اللہ تعالیٰ نے آپ کو دشمن کے خطرناک ارادہ سے مطلع فرمایا اور مکہ سے ہجرت کرجانے کا حکم دیا۔ حضورؐ نے اپنے بستر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لٹایا تاکہ وہ لوگوں کی امانتیں واپس کرکے مدینہ آجائیں اور خود اپنے رب پر کامل توکل و بھروسہ رکھتے ہوئے رات کے ابتدائی حصہ میں محاصرین کے سامنے سے انتہائی اطمینان سے گزرتے ہوئے مکہ سے باہر نکل گئے محاصرین میں سے کسی کو وہم وگمان تک نہ ہوا کہ جس کی انتظار میں وہ بیٹھے ہیں وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہوئے اُسی کی حفظ وامان میں ان کی نظروں کے سامنے سے گزر کر جاچکا ہے اور اُن کا مذموم ارادہ خاک میں مل کر ناکام ونامراد ہو چکا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس واقعہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

"اور آخر کار کافروں نے یہ منصوبہ سوچا کہ آنحضرت ﷺ کو قتل کرکے اس مذہب کا فیصلہ ہی کردیں تب اس نیت سے انہوں نے آنحضرت ﷺ کے گھر کا محاصرہ کیا اور خدا نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ اب وقت آگیا ہے کہ تم اس شہر سے نکل جاؤ تب آپ اپنے رفیق کے ساتھ جس کا نام ابو بکر تھا نکل آئے اور خدا کا یہ معجزہ تھا کہ باوجودیکہ صدہا لوگوں نے محاصرہ کیا تھا مگر ایک شخص نے بھی آنحضرت ﷺ کو نہ دیکھا اور آپ شہر سے باہر آگئے اور ایک پتھر پر کھڑے ہو کر مکہ کو مخاطب کرکے کہا کہ "اے مکہ تو میرا پیارا شہر اور پیارا وطن تھا اگر میری قوم مجھ کو تجھ سے نہ نکالتی تو میں ہر گز نہ نکلتا" تب اس وقت نوشتوں کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ "وہ نبی اپنے وطن سے نکالا جائے گا"۔

(چشمہ معرفت صفحہ ۱۸)

۔ ۴ ۔

رسول کریم ﷺ نے اپنے مکان سے نکل کر مکہ کی گلیوں سے نکلتے ہوئے مکہ کی جنوبی جانب بلند پہاڑی پر واقع غار (ثور) کا رخ کیا راستے میں طے شدہ پروگرام کے مطابق حضرت ابو بکرؓ بھی آپ سے مل گئے دشوار گزار راستہ طے کرکے غار تک پہنچے ابو بکرؓ نے اندر گھس کر جگہ صاف کی اور پھر آپؐ بھی اندر تشریف لے گئے۔ ادھر قریش نے یہ اعلان عام کیا کہ جو کوئی محمد ﷺ کو زندہ یا مردہ پکڑ کر لائے گا اس کو ایک سو اونٹ بطور انعام دیئے جائیں گے رؤساء قریش بھی حضور کا تعاقب کرتے ہوئے عین غار کے منہ پر جاپہنچے یہاں پہنچ کر ایک ماہر سراغ رساں نے پورے یقین اور کامل اعتماد اور وثوق سے کہا کہ قدموں کے نشان اس سے آگے نہیں جاتے۔ اس لئے یا تو محمد ﷺ یہاں ہی کہیں چھپا ہوا ہے۔ یا پھر آسمان پر چڑھ گیا ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ غار کے منہ پر جو درخت تھا اُس پر آپ کے اندر جانے کے بعد مکڑی نے جالا تن دیا تھا اور عین منہ کے سامنے کی شاخ پر ایک کبوتری نے گھونسلا بناکر انڈے دے دیئے تھے روایات میں آتا ہے کہ قریش کے پاؤں غار کے اندر سے نظر آتے تھے اور ان کی آواز سنائی دیتی تھی اس انتہائی نازک اور خطرناک وقت میں ابو بکرؓ نے رسول کریم ﷺ کے کان میں کہا اگر وہ ذرا آگے ہو کر غار میں جھانکیں گے تو ہم کو دیکھ لیں گے۔ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اللہ تعالیٰ پر کامل توکل و بھروسہ کرتے ہوئے بڑے اطمینان سے ابو بکرؓ کو جواب دیا "لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" پھر فرمایا وَمَا ظَنُّكَ يَا اَبَابَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اَللّٰهُ ثَالِثُهُمَا یعنی ہر گز فکر نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے اے ابو بکر تیرا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہو۔

قارئین اندازہ لگائیے ایسی خطرناک گھڑی کا جب کہ بڑے بڑے بہادروں کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں اور بعض خودکشی کرلیتے ہیں تاکہ دشمن کے ہاتھ نہ آئیں۔ ہمارا آقا جسے اپنے آسمانی رب پر کامل توکل تھا بڑے اطمینان و سکون سے تسلی دیتا ہے کہ اے ابو بکر کوئی غم و فکر نہ کر اللہ تعالیٰ کی معیت ہمیں نصیب ہے اور جسے اُس کی معیت حاصل ہو جائے تو ساری دنیا مل کر بھی اُس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

یہاں ضمناً تحریر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً تین دن غار ثور میں قیام فرمایا تیسرے روز پیر کا دن تھا اور چار ربیع الاول کی تاریخ جب آپ غار سے نکلے اور مدینہ کی طرف سفر شروع کیا۔ بعض دوسرے مؤرخین کی تحقیق کے مطابق یکم ربیع الاول ۱۴ نبوی مطابق ۱۲ ستمبر ۶۲۲ء کی تاریخ تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۔ ۵ ۔

صحیح بخاری کتاب المغازی میں ایک روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی ہے۔ روایت کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

جابر رضی اللہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک جنگی مہم پر رسول کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب حضورؐ اپنے صحابہ کے ساتھ واپس تشریف لارہے تھے تو راستہ میں ہم ایک ایسی وادی میں پہنچے جہاں بہت سے سایہ دار درخت تھے۔ حضورؐ نے وہیں تھوڑی دیر رکنے کا حکم فرمایا۔ لوگوں نے اس قیام کو غنیمت جانا اور آرام کیلئے ادھر اُدھر سایہ دار درختوں کے نیچے چلے گئے۔ آنحضرت ﷺ بھی ایک کیکر کے درخت کے نیچے آرام فرمانے کیلئے تشریف لے گئے۔ آپ نے اپنی تلوار درخت سے لٹکادی اور خود سوگئے۔ جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ کچھ دیر کے بعد اچانک حضورؐ نے ہمیں اپنے پاس بلایا۔ جب ہم آپ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہاں ایک بدو (دیہاتی) آدمی کھڑا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا اس بدو نے مجھ پر میری تلوار سونت لی اور جب میں بیدار ہوا تو تلوار اس کے ہاتھ میں لہرا رہی تھی۔ یہ مجھے کہنے لگا "مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّيْ" کہ بتا تجھے مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ ایسے خطرناک موقعہ پر جب کہ انسان اپنی موت دیکھ رہا ہوتا ہے بچنے کیلئے دشمن کی منت و سماجت کرتا ہے۔ مگر ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ اپنے رب پر کامل توکل کرتے ہوئے آپ نے تین بار اللہ اللہ کہا۔ کہ وہی مجھے بچا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو اپنے پر کامل توکل کرنے والوں کی ہمیشہ مدد کرتا ہے اُس نے آپ کو دشمن کے شر سے اس طرح محفوظ رکھا کہ جب اُس نے حضور کا جواب سنا تو ایسا مرعوب ہوا کہ تلوار اُس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑی۔ حضورؐ نے تلوار اٹھائی اور اُس سے پوچھا کہ اب مجھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے؟ اس پر وہ بدو گھبرا گیا اور کہنے لگا آپ مجھ پر رحم کریں اور حسن سلوک سے کام لیں۔ حضورؐ نے اُسے معاف فرمادیا۔

۔ ۶ ۔

شوال سنہ ۸ ہجری مطابق جنوری فروری ۶۳۰ء کو ایک جنگ مکہ سے قریب واقع حنین مقام پر دو قبائل ہوازن اور ثقیف اور مسلمانوں کے درمیان ہوئی۔ مکہ کے جنوب میں رہنے والے یہ دو قبیلے اپنے آپ کو بہت بہادر اور جنگجو خیال کرتے تھے اور فتح مکہ کے بعد مسلمانوں پر حملہ کی تیاری کر رہے تھے۔ اس غرض کیلئے انہوں نے مالک بن عوف نامی ایک مشرک کو اپنا سردار بنایا۔ بعد ازاں انہوں نے اور قبائل مثلاً بنو سعد بن بکیر وغیرہ کو بھی ساتھ ملالیا۔ یہ لشکر مرنے یا مارنے کے پختہ عزم کے ساتھ گھر سے نکلا۔ اپنی بیویوں بچوں اور اموال کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ کسی نے پوچھا ایسا کیوں کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا تاکہ تمام لشکر والوں کو یاد رہے کہ اگر ہم جنگ میں ہار گئے تو یہ قیدی بنالئے جائیں گے۔ اس لئے ہر قیمت پر جنگ میں جیتنا ہے۔ ان قبائل نے وادی اوطاس کو میدان جنگ کے طور پر منتخب کیا جو جنگ کی ضرورتوں کے لحاظ سے نہایت عمدہ وادی تھی۔ کیوں کہ اس میں پناہ کی جگہیں بھی تھیں اور جانوروں کیلئے چارہ اور انسانوں کیلئے پانی بھی موجود تھا۔ ادھر جب اسلامی لشکر مقابلہ کیلئے کوچ کرنے لگا تو اہل مکہ کے دو ہزار افراد نے جو کہ مسلمان نہ تھے لیکن اسلامی حکومت میں رہتے تھے مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شرکت کیلئے کوچ کیا۔ دشمن قبائل نے مسلمانوں پر حملہ کیلئے کمین گاہیں (خندقیں) بنائی ہوئی تھیں۔ جب مسلمانوں کا لشکر حنین کے مقام پر پہنچا تو دشمن کے جنگجو چھوٹی چھوٹی منڈیریں بناکر اُن کے پیچھے بیٹھ گئے اور بیچ میں ایک تنگ راستہ مسلمانوں کے لئے چھوڑ دیا۔ دشمن کے اکثر سپاہی تو کمین گاہوں میں چھپے ہوئے تھے اور کچھ سپاہی اونٹوں وغیرہ کے سامنے صف بند ہو کر کھڑے ہوگئے۔ مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا کہ لشکر وہی ہے جو اونٹوں کے سامنے کھڑا ہے اور اُسی سے ہمارا مقابلہ ہے۔ جب مسلمان کافی آگے بڑھ گئے تو کمین گاہوں کے سپاہیوں نے دونوں اطراف سے مسلمانوں پر تیروں کی بوچھاڑ کردی اور سامنے سے اُن کے لشکر نے حملہ کردیا مکہ کے غیر مسلم جو یہ سمجھ کر ساتھ شامل ہوئے تھے کہ آج ہم کو بہادری دکھانے کا موقعہ ملے گا اس سہ طرفہ حملہ کی تاب نہ لاکر واپس مکہ کی طرف بھاگے کہ مسلمان تو اس قسم کی تکلیف اٹھانے کے عادی تھے مگر جب دو ہزار گھوڑے اور اونٹ ان کی صفوں سے بے تحاشا بھاگے تو اُن کے گھوڑے اور اونٹ ڈر گئے سارے کا سارا لشکر پیچھے کی طرف دوڑ پڑا۔ تین طرف کے حملہ میں صرف رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ بارہ صحابی کھڑے رہے ایک سو کے قریب اور آدمی بھی میدان میں لڑتے رہے مگر وہ کچھ فاصلے پر تھے۔

ایسی خطرناک اور مخدوش صورت حال دیکھ کر حضرت ابو بکرؓ نے اپنی سواری سے اتر کر رسول اللہ ﷺ کی خچر کی لگام پکڑلی۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ تھوڑی دیر کیلئے پیچھے ہٹ جائیں یہاں تک کہ مسلمانوں کا لشکر پھر جمع ہو جائے۔ ایسی خوفناک حالت میں بڑے بڑے بہادر میدان چھوڑ دیتے ہیں لیکن سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے رب پر کامل توکل کرتے ہوئے ابو بکرؓ سے فرمایا میری خچر کی لگام چھوڑ دو پھر خچر کو ایڑ لگاتے ہوئے تنگ راستہ پر آگے بڑھے اور فرمایا:

انا النبی لا کذب
انا ابن عبد المطلب

میں خدا کا نبی ہوں۔ میں جھوٹا نہیں ہوں۔ میں عبد المطلب کا پوتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر طرح محفوظ رکھا۔ آپ نے عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا صحابہ رضوان اللہ کو

باقی صفحہ 18 پر ملاحظہ فرمائیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صنف نازک

از مکرم مولانا سلطان احمد صاحب ظفر ہیڈ ماسٹر مدرسۃ المعلمین

تمہید

معزز سامعین! انسانی وجودوں کے میلاپ سے سماج بنتا ہے تہذیب و تمدن کی بنیادیں پڑتی ہیں۔ انسانی میل ملاپ کی ابتدائی شکل وہ خاندان ہے جسکا آغاز میاں بیوی کے پاکیزہ ازدواجی تعلقات سے ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں ایک نئی نسل وجود میں آتی ہے اور اسی تعلق کی بناء پر رشتے کنبے اور دور دور تک برادریوں کے وہ تعلقات پیدا ہوتے ہیں جو بڑھتے بڑھتے سماج اور معاشرہ بناتے ہیں گویا مرد و عورت انسانی زندگی کے دو ایسے اہم ترین وجود ہیں کہ اگر سماج میں سے ایک جنس کو بالکل ختم کر دیا جائے تو انسان کا وجود ہی ختم ہو جائیگا۔ ابتدائے افرینش میں جب خدا تعالیٰ نے تخلیق آدم کا ارادہ فرمایا تو اس وقت آدم کے ساتھ حوا کو پیدا کر کے دونوں کو جنت نظیر معاشرہ اور سماج بنانے کا فریضہ سپرد فرمایا۔ قرآنی الفاظ: یٰاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ میں اسی تاریخ کو محفوظ کیا گیا ہے اور آدم اور حوا کے جنت نظیر معاشرہ کو جو بنیادی چارٹر دیا گیا وہ بھوک اور پیاس سے مبرا اور کپڑے اور مکان جیسی سہولیات سے آراستہ تھا اور ان تمام اشیاء ضروریہ میں دونوں کو برابر کا شریک اور تمدنی معاملات میں دونوں کو ذمہ دار قرار دیا گیا تھا۔

معزز حاضرین کرام! آپ تاریخ عالم کا مطالعہ کریں تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ابتداء سے ہی خالق کائنات نے عورت سے بہت عظیم کام لئے ہیں اور تاریخ عالم خواہ مذہبی ہو یا دنیوی عورت ذات کا ہر دور میں خاص کردار رہا ہے۔ مثال کے طور پر مرکز توحید بیت اللہ شریف کے بنانے اور بسانے والوں میں حضرت ابراھیم و اسماعیل علیہما السلام کے ساتھ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا خدا پر توکل اور ایثار و جانثاری کا فیضان نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ فرعون مصر کے طاغوتی نظام کے اکھاڑ پھینکنے میں ام موسیٰ اور امرأۃ فرعون جیسی بے کس عورتوں کا عظیم الشان عملی کردار کار فرما تھا۔ جبکہ بنی اسرائیل کی آخری مسیحائی کیلئے خدا تعالیٰ نے تنہا ایک عورت حضرت مریم کے بطن سے بن باپ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو پیدا فرما کر عورت کی عظمت کا اظہار فرمایا۔ اور پھر وہ عظیم الشان نبی جسکی خاطر کائنات کو پیدا کیا گیا اور جسکی آمد کو بروزی طور پر خدا کی آمد قرار دیا گیا تھا یعنی ہمارے آقا و مطاع حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قیامت تک کیلئے نسل انسانی کی فلاح و بقا کے آخری پیغام کی صورت میں جب پہلی وحی نازل ہوئی اور آپ اس عظیم ذمہ داری کے احساس سے طبعًا بے چین و بیقرار ہو اٹھے تو اس نازک موقعہ پر ایک عورت یعنی ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سراپا تسلی اور حقیقت پر مبنی اطمینان بخش الفاظ نے آپکو عزم و حوصلہ بخشا۔ الغرض مرد اور عورت ایک دوسرے کی زندگی کے اہم ترین جزو ہیں اور ایسا ممکن ہی نہیں کہ ایک کے حقوق کو نظر انداز کر کے دوسرا فریق حقیقی خوشی اور راحت حاصل کر سکے۔

عورت کا مقام اسلام سے قبل

لیکن یہ ایک انتہائی افسوسناک امر ہے کہ تاریخ عالم میں ہمیشہ ہی عورتوں کے ساتھ مظالم ہوتے رہے انکے حقوق پامال کئے جاتے رہے ہیں اور سماج میں انہیں کمتر درجہ دیا جاتا رہا ہے۔

چنانچہ یہود و نصارٰی کے نزدیک آدم حوا کی وجہ سے جنت سے نکالے گئے اور عورت کی وجہ سے شیطان نے دنیا پر غلبہ پایا۔ یوحنا کا قول ہے کہ عورت شر کی بیٹی ہے اور امن و سلامتی کی دشمن ہے۔ انجیل مصری میں حضرت مسیح کا قول درج ہے کہ میں عورت کے کاموں کو مٹانے کیلئے آیا ہوں (بحوالہ ریویو جلد ۱۱ نمبر ۳ صفحہ:۸۶)۔ عیسائیوں کی سب سے بڑی حکومت رومۃ اکبریٰ میں عورتوں کی حالت لونڈیوں سے بھی بدتر تھی ان پر جانوروں کی طرح حکومت کی جاتی تھی اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ اس طبقہ کو آرام و آسائش کی ضرورت نہیں۔ رومن کیتھولک فرقہ کی تعلیمات کی رو سے عورت کلام مقدس کو چھو نہیں سکتی اور گرجا میں داخلہ کی اجازت نہ تھی۔ یوروپ میں سولہویں اور سترھویں صدی میں عورتوں پر کثرت سے مظالم ڈھائے گئے۔ لاکھوں عورتوں پر جادو کا الزام عائد کر کے بے دردی کے ساتھ ذبح کیا گیا۔ انگلستان میں عورت کو سزا دینے کیلئے ایک کمیٹی بنائی گئی جو ظلم کے نئے نئے قانون بناتی رہتی تھی۔ اسی طرح یونانی کہتے تھے کہ سانپ کے ڈسنے کا علاج ممکن ہے مگر عورت کے شر کا مداوا محال ہے۔ سقراط کا کہنا تھا کہ دنیا میں عورت سے زیادہ فتنہ و فساد کی کوئی چیز نہیں وہ ایسا خوشنما درخت ہے جو دیکھنے میں بہت اچھا لگتا ہے لیکن جب کوئی پرندہ اسے کھا لیتا ہے تو فوراً مر جاتا ہے۔ چین میں عورت کی حیثیت مرد کی جوتی سے بھی کمتر سمجھی جاتی رہی ہے۔

پھر قدیم ہندوستان میں عورت کی سماجی حیثیت کا اندازہ منوسمرتی اور چانکیہ کے اقوال اور انکے وضع کردہ قوانین اور رسم و رواج سے لگایا جا سکتا ہے۔ مہابھارت کے شانتی پرو میں یہ تاکید کی گئی ہے کہ "راجہ جہاں صلاح و مشورہ کر رہا ہو وہاں بونوں کبڑوں لنگڑوں اندھوں احمقوں زنخوں اور عورتوں کو پاس پھٹکنے کی اجازت نہ دی جائے"
(انڈین وومن مرتبہ دیوکی جین صفحہ:۴۷-۴۸)

منوسمرتی ادھیائے ۵ شلوک ۱۴۸/۱۶ میں لکھا ہے:

عورت نابالغ ہو یا جوان ہو یا بوڑھی ہو گھر میں کوئی کام خود مختاری کا نہ کرے... عورت لڑکپن میں باپ کے اختیار میں ہے جوانی میں شوہر کے اختیار میں اور خاوند کی وفات کے بعد اپنے بیٹوں کے اختیار میں رہے خود مختار کبھی نہ رہے۔ (شلوک ۱۴۸) اسی طرح نیوگ اور ستی جیسی انسانیت سوز اور ظالمانہ رسومات کا بھی ذکر ملتا ہے۔

پھر اسلام سے قبل خود ملک عرب میں عورتوں پر ایسے لرزہ خیز مظالم ڈھائے جاتے تھے کہ جنکے ذکر سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مرد جس قدر چاہے شادیاں کر سکتا تھا۔ دوسری قوم کی گرفت شدہ عورتوں سے ایسے ایسے حیاسوز کام لئے جاتے کہ جنکے ذکر سے زبان رک جاتی ہے دختر کشی کا ظالمانہ طریق اتنا بھیانک تھا کہ اسے پڑھ کر انسانیت کانپ اٹھتی ہے۔ عورتوں سے بدکرداری میں جسکا نمبر اول ہوتا وہی قوم کا سردار کہلاتا تھا حتی کہ ماؤں کے ساتھ نکاح کرنا بھی جائز سمجھتے تھے۔ الغرض اسلام سے قبل عورتوں کی تحقیر اور انکے حقوق کی پامالی اور ان پر ہونے والے مظالم کا ذکر اسقدر بھیانک ہے کہ دل انکے احساس سے لرز اٹھتا ہے۔

دور جدید میں عورت کا مقام

اس کے بالمقابل آج کے دور میں جسکو علوم جدیدہ کی ترقی اور صنعتی انقلاب کی وجہ سے ترقی یافتہ دور تسلیم کیا جاتا ہے ہزار کوششوں کے باوجود عورتوں کو نہ صرف اسکے واجبی حقوق سے محروم رکھا گیا ہے بلکہ عجیب و غریب طریقوں سے اسکا استحصال کیا جا رہا ہے۔ اور تہذیب اور کلچر کے نام پر اسکے اصل مقام سے گرا کر حیثیت کو کم کیا جا رہا ہے۔

سامعین کرام! دور جدید میں اٹھارھویں صدی کے آخر میں آزادیٔ نسواں کی تحریک نے پہلی بار یہ ذہن پیدا کیا کہ عورت اور مرد دونوں یکساں ہیں میری وولسٹن کرافٹ نے ۱۷۹۲ء میں ایک کتاب A Vindication of the rights of Women کے نام سے لکھی جسمیں یہ نظریہ پیش کیا گیا تھا کہ تعلیم روزگار اور سیاست میں عورتوں کو بھی وہی مواقع ملنے چاہئیں جو مردوں کو حاصل ہیں ایک ہی اخلاقی معیار ہونا چاہئے جو دونوں صنفوں پر منطبق کیا جائے بیسویں صدی کے آخر تک یہ انداز فکر ساری دنیا پر چھا چکا تھا۔ آزادیٔ نسواں کا صحیح مطلب تو یہ تھا کہ اس کے اور مردوں کے حقوق میں ایسی یکسانیت ہو کہ جسکی وجہ سے وہ سماج میں پروقار زندگی بسر کر سکے علمی اور اقتصادی میدان میں باعزت طور پر زندگی گذار سکے لیکن عمداً اس تحریک کا نتیجہ صرف اور صرف یہ نکلا کہ عورت گھر سے نکلکر بازار میں آگئی نمود و نمائش اور آسائش کا کھلونا بن گئی۔ اشتہاروں میں اس سے ماڈل کا کام لیا جانے لگا۔ نسوانیت عریانیت میں ڈھل گئی سرمایا داروں کو کم اجرت میں محنت کرنے والے ہاتھ مل گئے عورت گھر کے آنگن سے نکل کر دفتروں اور کارخانوں میں جانے لگی حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر بھی فائز ہونے لگی مگر اس کے باوجود گھریلو کام کاج کا بوجھ بھی بدستور اس صنف نازک کے کندھوں پر ہی رہا۔ چنانچہ امریکہ کی ماہر عمرانیات کے سروے کے نتیجہ میں یہ حقیقت سامنے آئی ہے کہ:

"آج بھی اوسطاً ایک امریکی بیوی گھر کے کام کاج پر اتنا ہی وقت صرف کرتی ہے جتنا اسکی دادی کیا کرتی تھی۔ اسے عام طور پر ہفتہ میں گھریلو کام کاج پر ۵۳ گھنٹے صرف کرنے پڑتے ہیں... جبکہ ہر بچے کی پیدائش کے ساتھ اس کے کام کاج میں ۵ سے ۱۰ فیصد کا اضافہ ہو جاتا ہے"
(مین اینڈ وومن مؤلفہ جان نکلس صفحہ:۱۱۵)

اسی طرح اس ترقی پسندانہ رجحان کے باوجود عورت آج بھی تمام شعبہ حیات میں اسی طرح پیچھے ہے جس طرح وہ آزادی نسواں کی تحریک سے پہلے تھی۔ علم الانسان کی ماہر خاتون ڈاکٹر مارگریٹ میڈ جو خود بھی تحریک نسواں سے وابستہ ہیں مختلف انسانی معاشروں کی تحقیق کے بعد لکھتی ہیں کہ:

"ایسے تمام دعوے جس میں زور شور کے ساتھ ایسے معاشروں کا انکشاف کیا گیا ہے جہاں عورتوں کو غلبہ حاصل تھا بالکل لغو ہیں اس قسم کے عقیدے کیلئے کوئی ثبوت نہیں ہے ہر دور میں مرد ہی امور عامہ کے قائد رہے ہیں اور گھر کے اندر بھی اعلیٰ اختیار ہمیشہ انہی کو حاصل رہا ہے۔
(ڈیلی ایکسپریس ۴ جولائی ۱۹۷۷ء)

الغرض موجودہ سماج زبان حال سے اس حقیقت کا اقرار کر رہا ہے کہ عورت جس طرح پہلے ادوار میں مردوں کے ظلم و ستم کا تختہ مشق رہی ہے اسی طرح آج کے مہذب دور میں بھی اپنے واجبی اور حقیقی مقام کو نہیں پا سکی اور مرد عورت کے درمیان غیر فطری کلی مساوات کا فریبکارانہ تجربہ عملاً ناکام ثابت ہو چکا ہے۔

اسلام میں عورت کا مقام

حاضرین کرام! اس اظہار حقیقت کے بعد آیئے اب ہم اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صنف نازک کی حیثیت کا اختصار سے جائزہ لیتے ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اسلام جو نوع انسان کیلئے ایک کامل ضابطہ حیات ہے اور فطرت صحیحہ کے عین مطابق ایک بنی برانصاف معاشرہ پیش کرتا ہے اسمیں ہر شخص کیلئے خواہ مرد ہو یا عورت حتی کہ حیوانات و جمادات تک کے حقوق کو مکمل طور پر محفوظ کر دیا گیا ہے۔ اور حقوق نسواں پر تو بڑی شرح وبسط کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ اسلام سماجی زندگی میں عورت کی وہی حیثیت تسلیم کرتا ہے جو مرد کی ہے اور چودہ سو سال قبل یہ اعلان فرمایا کہ:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (البقرہ)

یعنی جس طرح مردوں کے عورتوں پر کچھ حقوق ہیں اسی طرح عورتوں کے بھی مردوں پر کچھ حقوق ہیں گویا حقوق و فرائض دونوں کیلئے برابری کی حیثیت سے ہیں البتہ معاشرتی نظام صحیح ڈھنگ سے چلانے کیلئے مردوں کو انپر ایک گونا فضیلت ہے اس آیت کریمہ میں جہاں مرد عورت کو یکساں حقوق دئے گئے ہیں وہاں لطیف پیرائے میں اس خاص نقطہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ عورت اپنی فطری کمزوری کے باعث مرد پر اپنے زیادہ حقوق رکھتی ہے۔ اس لئے حقوق کی نگرانی اور فرائض کی بجا آوری میں مردوں پر نسبتاً زیادہ ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں۔ اور عورت اور مرد کے دائرہ عمل کی ایسی تقسیم فرمائی ہے کہ جسمیں ہر صنف کو فطری اوصاف و کمالات پورے طور پر ظاہر کرنے کا موقعہ مل سکے۔ چنانچہ اسی حکیمانہ تقسیم عمل کی رو سے گھر سے باہر کی تمام تر ذمہ داریاں مرد کے سپرد کی گئی ہیں۔ جبکہ عورت کو گھر کی ملکہ تسلیم کرتے ہوئے گھر کے افراد کو اسکی رعایا قرار دیا ہے۔ اور گھریلو کام کاج سے لیکر بچوں کی تربیت کی اہم ترین ذمہ داری عورت کے سپرد کی گئی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمَرْءَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ (بخاری)

یعنی عورت اپنے شوہر کے گھر کی حکمران ہے اور وہی اپنی حکومت کے دائرہ میں اپنے کاموں کیلئے جوابدہ ہے۔

بانی جماعت احمدیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"عورتوں کے حقوق کی جیسی حفاظت اسلام نے کی ہے ویسی کسی دوسرے مذہب نے قطعاً نہیں کی مختصر الفاظ میں فرمایا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ کہ جیسے مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں ویسے ہی عورتوں کے مردوں پر ہیں بعض لوگوں کا حال سنا جاتا ہے کہ ان بیچاریوں کو پاؤں کی جوتی کی طرح جانتے ہیں اور ذلیل ترین خدمات ان سے لیتے ہیں گالیاں دیتے ہیں حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور پردے کے حکم ایسے ناجائز طریق سے برتتے ہیں کہ انکو زندہ درگور کر دیتے ہیں۔ چاہئے کہ بیویوں سے خاوند کا ایسا تعلق ہو جیسے دو سچے اور حقیقی دوستوں کا ہوتا ہے۔ انسان کے اخلاق فاضلہ اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورتیں ہوتی ہیں اگر انہی سے اسکے تعلقات اچھے نہیں تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ سے صلح ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ۔ تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کیلئے اچھا ہے۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ: ۴۱۷-۴۱۸)

الغرض اسلام نے عورت کو شمع محفل بننے کی بجائے چراغ خانہ بن کر زندگی گذارنے میں اسکی شان کی عظمت واہمیت کو نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ اسکے جملہ جائز حقوق کو محفوظ کرتے ہوئے اسے ہر قسم کے استحصال کا شکار بنائے جانے سے بچایا ہے۔

عورت کی مومنانہ شان

معزز سامعین اسلامی تعلیمات کی روشنی میں عورت کو جس طرح سماجی زندگی میں مردوں کے دوش بدوش اپنے اپنے دائرہ عمل میں مساوی قرار دیا ہے اسی طرح مذہبی اور دینی امور کی بجا آوری اور روحانیت کے اعلیٰ مدارج طے کرنے میں بھی برابر کا شریک قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (الحجرات ۱۴) کہ مرد ہو یا عورت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ معزز اور مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار اور متقی ہے یعنی عزت و شرف اور بزرگی کا معیار اسلام میں تقویٰ ہے جو کسی صنف یا طبقہ کیلئے مخصوص نہیں ایک عورت جو تقویٰ و طہارت اور اعلیٰ اخلاق و کردار سے آراستہ ہے وہ اس مرد سے بہر حال برتر ہے جو پرہیزگار نہیں۔ پھر چونکہ انسانی پیدائش کی غرض عبادت الٰہی ہے اس لئے قیام عبادت میں بھی عورت اور مرد میں کوئی امتیاز نہیں رکھا گیا۔ اور جو سہولتیں نماز روزہ اور دیگر اسلامی احکامات میں مردوں کو میسر ہیں وہ یکساں طور پر عورتوں کو بھی دی گئی ہیں بلکہ اسکی بعض نسوانی مجبوریوں کے تحت اسکو مزید رخصت ہے لیکن روحانی مدارج کے حاصل کرنے میں بلا تفریق برابری کے سلوک کا وعدہ کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا: وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا۔ یعنی جو لوگ خواہ مرد ہوں یا عورت مومن ہونے کی حالت میں نیک کام کریں گے وہ جنت میں داخل ہونگے اور انپر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کیا جائیگا۔

عورت بحیثیت بیٹی

معزز حضرات! اسلام وہ کامل دین ہے جس نے عورت کے سماجی حقوق کی نگہداشت اسکی پیدائش سے بھی پہلے کر دی ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام جہاں لڑکوں اور لڑکیوں سے امتیازی سلوک سے روکتا ہے وہاں ان دونوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت پر بھی یکساں زور دیتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ظالم اور سفاک باپ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی لڑکی کی پیدائش کو عموماً اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ قرآن مجید کی سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝

یعنی جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی پیدائش کی خبر ملتی ہے تو اسکا منہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ نہایت رنجیدہ ہو جاتا ہے۔

آج کل تو الٹراساؤنڈ مشین کی مدد سے ایام حمل میں ہی یہ پتہ لگ جانے پر کہ لڑکی ہے اسقاط کرالیا جاتا ہے قرآن مجید نے مختلف پیرائیوں میں لڑکیوں کے قتل کو سختی سے منع فرمایا ہے اور بانی اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نہایت حکیمانہ اور پر اثر انداز میں لڑکیوں کی بہتر سے بہتر تعلیم و تربیت اور عمدہ پرورش کی طرف توجہ دلائی ہے چنانچہ ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا جس شخص نے دو لڑکیوں کے بالغ ہونے تک عمدہ پرورش کی تو قیامت کے روز وہ اور میں ایک ساتھ ایسے ہونگے اور یہ کہتے ہوئے آپ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر اشارہ فرمایا۔ (مسلم)۔ لڑکیوں سے شفقت اور ان سے حسن سلوک کرنے کے سلسلہ میں آپکا اپنا عملی نمونہ بھی بے مثال تھا تاریخ میں آتا ہے کہ جب آپکی بیٹی فاطمہؓ آپؐ کے پاس تشریف لاتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے اور بڑے پیار سے انکا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بیٹھا لیتے اور ان سے احوال دریافت فرماتے۔

باقی

بقیہ صفحہ: (16)

آواز دیں کہ اللہ کا رسول تمہیں بلاتا ہے۔ جب انہوں نے یہ آواز سنی تو ایسے واپس لوٹے جیسے گائے یا اونٹنی اپنے بچے کی آواز سن کر لوٹتی ہے اور دشمن پر حملہ کیا اور جنگ میں فتح و کامیابی حاصل کی۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے آقا کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کامل طور پر توکل علی اللہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ☆ ☆ ☆ ☆

دارالتبلیغ (مشن) میں قیام بارے ضروری ہدایات

دہلی، ممبئی، حیدر آباد، مدراس، بنگلور، کلکتہ، کالیکٹ، بھبنیشور، جموں اور سرینگر وغیرہ، دیار التبلیغ میں احمدی احباب اپنی ذاتی ضروریات کے لئے جاتے اور قیام کی سہولت کا تقاضا کرتے ہیں۔ ایسے احباب کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ:

☆- کسی بھی دارالتبلیغ میں قیام کے لئے مقامی صدر/امیر کی تحریری تصدیقی چٹھی ساتھ لیجانا ضروری ہے بصورت دیگر وہاں کی انتظامیہ قیام کی اجازت دینے سے معذرت کر دے گی۔

☆- چونکہ بالعموم دیار التبلیغ میں جگہ کی تنگی ہوتی ہے۔ اسلئے تین دن سے زیادہ قیام کی اجازت نہ ہوگی۔ استثنائی حالات میں مقامی انتظامیہ حسب گنجائش و حالات سات (۷) دن تک قیام کی اجازت دے سکتی ہے۔

☆- دوران قیام احباب کو احمدیہ مساجد و دارالتبلیغ کے تقدس اور جماعتی روایات کی پوری طرح پابندی کرنا لازمی ہوگی۔

☆- پانی، بجلی، اور دیگر سہولیات سے مناسب رنگ میں استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ حسب توفیق لوکل فنڈ میں کچھ رقم جمع کرنا چاہئے تاکہ دیار التبلیغ کے Maintanance میں مقامی انتظامیہ کو پریشانی نہ ہو۔

(ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)

محمود احمد بانی
منصور احمد بانی | اسد محمود بانی
کلکتہ
BANI®
موٹر گاڑیوں کے پرزہ جات
Our Founder:
Late Mian Muhammad Yusuf Bani
(1908 - 1968)
AUTOMOTIVE RUBBER CO.
BANI AUTOMOTIVES | BANI DISTRIBUTORS
5, Sooterkin Street, Calcutta-700 072
SHOWROOM: 237-2185, 236-9893 WAREHOUSE: 343-4006, 343-4137 RESI: 236-2096, 236-4696, 237-8749 FAX NO: 91-33-236-9893

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

صفت نجدت و شجاعت کے آئینہ میں

آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس تمام انبیاء کرام کے محاسن کی جامع تھی لیکن حضور اقدس کا بعض وصف ایسا ممتاز تھا جس میں کوئی بھی اُن کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتا۔ یہ بھی ایک تابندہ حقیقت ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلعم کی حیاۃِ طیبہ پر ابتک نہ جانے کس قدر تصنیفات شرح وبسط سے لکھی گئی ہیں اور نہ جانے کس قدر سیرت نگاروں نے ایک گل چین کی حیثیت سے اپنی طبع آزمائی کی ہے کہ وہ باتیں ہر لمحہ نکھر رہی ہیں پھر یہ کہ ہر سیرت کی کتاب میں ایک سے بڑھ کر ایک ندرت ہے چمک دمک ہے رونق ہے اور اوصافِ عالیہ کے تذکرے اس قدر ایمان افروز حیات بخش سبق آموز ہیں کہ اُس کے بارہ میں ایک عام انسان کا رائے قائم کرنا گونہ گوں پیچیدہ مرحلہ بن جاتا ہے ہاں ہاں ایسا ہی ہے یقیناً ایسا ہی ہے کیونکہ آپ حبیب خدا ہیں حبیب کبریاء ہیں آپ کی تقدیس کا اعلان خود رب کائنات نے کیا ہے یہ وہ ابدی ازلی صداقت ہے جس سے کہ ہم کو کلام اللہ کے مضامین لبریز ملتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت راقم الحروف آقا دوجہاں کے ان ان گنت اوصاف عالیہ میں سے خاص کر وصف "نجدت وشجاعت" پر کچھ روشنی ڈالنے کی کوشش کرے گا میں جانتا ہوں کہ میری یہ تحریر آنحضرت ﷺ کے شجاعت کے وصف کو اس قدر بھی آشکار نہیں کر سکتی ہے جس قدر ذرّہ بے مقدار آفتاب عالمتاب کے انوار کو آشکارا کر سکتا ہے تاہم یہ چند سطور پیش کرنے کی جرات اس لئے اور اس نیت سے کرتا ہوں کہ شاید کسی انسان کو اس مضمون سے فائدہ پہنچ سکے۔

"نجدت" اُس صفت کو کہتے ہیں کہ موت کے سامنے نظر آنے پر بھی اعتماد علی النفس قائم رہے۔ "شجاعت" قوت غضبیہ کے اُس کمال کو کہتے ہیں جو انقیادِ عقل سے حاصل ہوتا ہے نبی کریمؐ کی ان صفات کے متعلق بیسیوں روایات اور راویوں کے عینی مشاہدات ہم کو تاریخ اسلام اور احادیث سے جا بجا ملتے ہیں۔

فاتح خیبر حضرت علی مرتضیٰؓ کے نام اور اُن کی "شجاعت" کے بلند کارناموں سے کون ناواقف ہوگا وہی فرماتے ہیں۔ ترجمہ:۔ جب گھمسان کا رن پڑتا اور لڑنے والوں کی آنکھوں میں خون اتر آتا اس وقت ہم نبی کریمؐ کی اوٹ لیا کرتے تھے اور ہم میں سے سب سے آگے دشمن کی جانب نبی کریم ﷺ ہی ہوتے تھے (نسائی)

حضور نبی پاکؐ کی بعد از بعثت ۲۳ سالہ زندگی کی ایک ایک ساعت اور ایک ایک لمحہ آپ کی بے نظیر شجاعت کی دلیل ہے حضور نبی پاکؐ کی شجاعت کا یہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ غزوہ حنین میں ایک ایسا وقت آیا جبکہ اسلامی لشکر میں شدید افراتفری پھیل گئی اور رسول اللہ صلعم کے ساتھ صرف بارہ آدمی میدان جنگ میں رہ گئے اور دشمن بے تحاشا تیر برسا رہا تھا اس اثناء میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنی سواری سے اُتر کر آپ کی سفید خچر کی باگ پکڑلی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ تھوڑی دیر کیلئے آپ پیچھے ہٹ جائیں یہاں تک کہ اسلامی لشکر جمع ہو جائے آپ نے فرمایا ابو بکر میری خچر کی باگ چھوڑ دو اور خچر کو ایڑ لگاتے ہوئے اس تنگ راستہ میں آگے بڑھنا شروع کیا جس کے دائیں بائیں کمین گاہوں میں بیٹھے ہوئے دشمن کے تیر انداز تیر برسا رہے تھے اس دہشت خیز اور ہولناک حالت میں آپ فرما رہے تھے۔

انا النبی لا کذب
انا ابن عبد المطلب

میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے عبد المطلب کا پوتا ہوں۔ ایسے وقت میں کہ دشمن کا پلہ بھاری ہو اور اس کی فتح کا منظر سامنے ہو تو بڑے سے بڑے بہادروں کے بھی اوسان خطا اور پتہ پانی ہو جاتا ہے اس کیلئے موت ہی خطرناک نہیں ہوتی بلکہ زندگی موت سے بھی زیادہ خطرناک ہو جاتی ہے وہ یہی چاہتا ہے کہ دشمن کے ہاتھ نہ آئے اور کسی طرح میدان سے سلامت نکل جائے وہ دشمن کے ہاتھ آجانے کو موت سے بڑھ کر مصیبت خیز جانتا ہے۔ دوسری عالمگیر جنگ میں جب روسی فوجیں برلین میں داخل ہو گئیں تو ہٹلر نے خودکشی کرلی تھی اور علی محمد باب کو (بابی فرقہ کے بانی-ناقل) جس نے آنحضرتؐ سے افضل ہونے کا دعویٰ کیا تھا جب یہ معلوم ہوا کہ وہ قتل کیا جائے گا تو اس نے اپنے دوستوں سے کہا کہ کل یہ لوگ مجھے نہایت بے عزتی سے قتل کریں گے اس لئے تم میں سے کوئی شخص مجھے قتل کردے کیونکہ بہ نسبت دشمنوں کے ہاتھ سے قتل ہونے کے دوستوں کے ہاتھ سے قتل ہونے کو پسند کرتا ہوں لیکن برخلاف اس کے آنحضرت نے صرف یہی نہیں کہ میدان سے ہلنا گوارا نہیں فرمایا اور آگے سے آگے ہی بڑھتے رہے بلکہ رجز خوانی بھی فرماتے جاتے تھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا آپ دشمنوں پر یہ واضح فرما دینا چاہتے تھے کہ میں یقیناً نبی ہوں اور ضرور کامیاب کامران ہوں گا آخر غلبہ مجھ کو حاصل ہوگا اور میرا دشمن کے اتنے بڑے لشکر میں تن تنہا اقدام انسانی شجاعت سے خواہ کتنا ہی بالا نظر آئے اور پھر اس ہولناک ہنگامہ میں میرا ہر قسم کے ضرر وگزند سے محفوظ رہنا کتنا ہی مافوق العادت سمجھا جائے لیکن اس کے یہ معنے ہرگز نہیں کہ الوہیت مجھ میں سرائت کر گئی ہے یا کوئی حصہ الوہیت مجھ میں آگیا ہے میں ایک انسان اور عبد المطلب کا پوتا ہوں۔ یہ ہیں وہ تاریخی حقائق جو کہ آپ کے صفت شجاعت پر روشنی ڈال رہے ہیں۔ تاریخ میں تو صاف صاف صحابہ رضوان اللہ علیہم کا اقرار موجود ہے کہ آنحضرتؐ ان سب سے زیادہ بہادر تھے للہ در القائل۔

تمت علیه صفات کل مزیة
ختمت به نعماء کل زمان

ہر قسم کی فضیلت کی صفات آپؐ میں علیٰ وجہ الاتم پائی گئیں اور ہر زمانے کی نعمت آپ کی ذات پر ختم ہے صحیحین میں انس بن مالک سے روایت ہے مدینہ میں ایک رات غل سا ہوا لوگ سمجھے چھاپہ آپڑا سب لوگ مل کر آبادی سے باہر اُس شور کی جانب کو چلے، آگے چلے تو انہیں نبی اکرم ﷺ واپس ہوتے ہوئے ملے حضور گھوڑے پر سوار اور تلوار حمائل کئے ہوئے تھے یعنی آواز سن کر سب سے پہلے اور تن تنہا بلا خوف وخطر تفتیش کو تشریف لے گئے تھے اور ہم سے فرماتے تھے لم تزاعوا لم تزاعوا ڈرو نہیں اسی طرح تاریخ اسلام کا مشہور واقعہ بیعۃ العقبہ والا بھی ہے جو کہ حضور نبی پاکؐ کی شجاعت پر دال ہے کہ کس طرح شب تاریک اور منزل پر خطر کے خوف سے ایک قافلہ پہاڑ کی گھاٹی میں پناہ لینے پر مجبور ہو جاتا ہے اور آبادی تک پہنچنے کی جرأت نہیں کرتا ہے ایسے وقت میں رسول اللہؐ جن کی جان کا دشمن مکہ کا ایک ایک شخص تھا ایسے وقت اور ایسے خوفناک مقام میں محض اس لئے شجاعت اور جرأت کے ساتھ چکر لگا رہے ہیں کہ شاید کسی راہ گم کردہ ضلالت کو ہدایت سے سرفراز فرما سکیں۔ اسی طرح ذرا اگر اس پہلو پر بھی غور کرلیا جائے تو آپ کی شجاعت کا علم تمام تر شان کے ساتھ ہو جاتا ہے یعنی آپ کا تمام دنیا کے مقابل سچے اصول کی اشاعت کیلئے کمربستہ کھڑے ہونا اور ایک ایسے ملک میں جہاں خونریزی درندگی و سفاکی کی حکومت تھی ہر ایک کی مذہبی ضلالت کا اعلان کرنا کسریٰ و قیصر و حبش کے حکمرانوں اور عرب کے جنگ جو قبائل کے خشم وغضب کی پروانہ کرنا شجاعت اور قوت قلب کا وہ بہترین نمونہ دکھاتا ہے جس کی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔

(سید قیام الدین برقؔ مبلغ سلسلہ)

بقیہ صفحہ: (۱۵)

بات پر عمل کرنا مناسب نہ سمجھا ہاں وعدہ کیا کہ جب ہجرت کا موقعہ ہوگا آپؐ مدینہ تشریف لائیں گے۔

جب اہل مکہ کو معلوم ہوا کہ اب باہر بھی آپؐ کی تعلیم پھیلنی شروع ہوئی ہے تو انہوں نے ہر قبیلہ میں سے ایک ایک آدمی چنا تاکہ سب ملکر آپ کو رات کو قتل کردیں اور یہ اس لئے کیا کہ اگر آپ کی قوم اس کو ناپسند کرے تو وہ سب قوموں کے اجتماع سے ڈر کر بدلہ نہ لے سکیں۔

آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے پہلے سے بتادیا تھا آپؐ اسی رات مکہ سے نکل کر ابو بکرؓ کو ساتھ لیکر مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے جہاں کے لوگوں پر اسلام کی تعلیم پر ایسا اثر ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں قریباً سب مدینہ کے لوگ اسلام لے آئے اور آپؐ کو انہوں نے اپنا بادشاہ بنالیا اور اس طرح وہ کونے کا پتھر جسے اس کے شہر کے معماروں نے رد کردیا تھا مدینہ کی حکومت کا تاج بنا۔

اس ترقی کے زمانہ میں بھی آپؐ نے اپنا شغل تعلیم اور وعظ ہی رکھا۔ اور اپنی سادہ زندگی کو کبھی نہیں چھوڑا۔ آپ کا شغل یہ تھا کہ آپؐ لوگوں کو خدائے واحد کی پرستش کی تعلیم دیتے اخلاق فاضلہ اور معاملات کے متعلق اسلامی احکام لوگوں کو سکھلاتے۔ پانچ وقت نماز خود آکر مسجد میں پڑھاتے۔ (مسلمانوں میں بجائے ہفتہ میں ایک مرتبہ عبادت کرنے کے پانچ دفعہ روز مسجد میں جمع ہو کر عبادت کی جاتی ہے) جن لوگوں میں جھگڑے ہوتے آپؐ فیصلہ کرتے ضروریات قومی کی طرف توجہ کرتے جیسے تجارت تعلیم حفظان صحت وغیرہ اور پھر غرباء کے حالات معلوم کرتے۔ اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے حتےٰ کہ جن لوگوں کے گھروں میں کوئی سودا لا دینے والا نہ ہوتا ان کیلئے سودا لا دیتے۔ پھر باوجود ان سب کاموں کے کبھی بچوں کے اندر قومی روح پیدا کرنے کیلئے ان میں جاکر شامل ہو جاتے۔ اور ان کو ان کی کھیلوں میں جوش دلاتے۔ جب گھر میں داخل ہوتے تو اپنی بیویوں سے مل کر گھر کا کام کرنے لگتے اور جب رات ہوتی اور سب لوگ آرام سے سو جاتے۔ تو آپؐ آدھی رات کے بعد اٹھ کر رات کی تاریکی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جاتے یہاں تک کہ بعض مرتبہ کھڑے کھڑے آپؐ کے پاؤں سوج جاتے۔ (باقی آئندہ)

درخواست دُعا

☆۔ مکرم بی ایم نثار احمد صاحب زعیم مجلس انصار اللہ بنگلور گذشتہ دو ماہ سے بیمار ہیں۔ ابتداء میں موصوف کو کمر میں درد شروع ہوا جس کا علاج جاری تھا کہ بائیں ٹانگ نے آہستہ آہستہ کام کرنا بند کردیا۔ مختلف علاج پر پتہ چلا کہ سر میں بائیں طرف پانی بھر گیا ہے ہاسپٹل میں داخل کروایا گیا مختلف ٹیسٹ کروائے جارہے ہیں اب بایاں بازو بھی آہستہ آہستہ کمزور پڑ رہا ہے جس کی وجہ سے موصوف کا چلنا پھرنا بند ہو گیا ہے۔ صاحب فراش ہیں موصوف جماعتی کاموں میں پیش پیش رہنے والے دوست ہیں تمام احباب سے دُعا کی درخواست ہے کہ موصوف کو اللہ تعالیٰ صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔ اور خدمت دین بجالانے والی لمبی عمر سے نوازے۔

(مقصود احمد بھٹی مبلغ سلسلہ بنگلور)

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWS PAPER FOR INDIA AT NO-R.N61/57

Subscription
Annual Rs/- 200
Foreign
By Air : 20 Pound or 40$ U.S.A
: 60 Mark German
By Sea : 10 Pound or 20$ U.S.A

The Weekly BADR

Qadian 143516, Distt. Gurdaspur Punjab ((INDIA)

☎ (0091) 01872-70757
01872-71702
FAX:(0091) 01872-70105

Vol - 49 Thursday, 22/29 th June 2000 Issue No: 25/26

سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ واطفال الاحمدیہ بھارت

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت و منظوری سے اعلان کیا جاتا ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کا 31واں اور مجلس اطفال الاحمدیہ بھارت کا 22واں سالانہ اجتماع ستمبر کی 25-26اور 27 تاریخوں میں مرکز احمدیت قادیان میں منعقد ہوگا انشاء اللہ تفصیلی پروگرام بذریعہ سرکلر مجالس کو بھجوایا جارہا ہے۔ خدام و اطفال ابھی سے اسمیں شمولیت کی تیاری شروع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ یہ اجتماع ہر لحاظ سے کامیاب اور بابرکت فرمائے۔

انتخاب صدر مجلس:۔ اجتماع کے موقعہ پر منعقدہ مجلس شوریٰ میں آئندہ دو سال (نومبر ۲۰۰۰ تا اکتوبر ۲۰۰۲) کیلئے صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کا انتخاب بھی عمل میں آئیگا۔

(صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت)

سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ بھارت

تمام لجنات بھارت کی آگاہی کیلئے اعلان ہے کہ لجنہ اماءاللہ کے سالانہ اجتماع کیلئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 25-26-27 ستمبر 2000 کی تاریخوں کی منظوری مرحمت فرمائی ہے اس لئے تمام مجالس اپنے اپنے لوکل اجتماع اس سے قبل منعقد کرکے ملکی اجتماع میں شامل ہونے کیلئے ممبرات کا انتخاب کرکے ماہ اگست میں دفتر لجنہ کو مطلع کر دیں۔ (صدر لجنہ اماءاللہ بھارت)

نماز اور سکینت

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:
جب نماز کھڑی ہو جائے تو اس میں دوڑ کر شامل نہ ہوا کرو بلکہ وقار اور سکینت سے چل کر آؤ۔ نماز کا جو حصہ امام کے ساتھ مل جائے پڑھ لو اور جو رہ جائے اسے بعد میں پورا کرلو۔
(صحیح بخاری کتاب الجمعه

جلسہ سالانہ انگلستان

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے جلسہ سالانہ انگلستان امسال مورخہ 28 تا 30 جولائی اسلام آباد ٹلفورڈ لندن میں منعقد ہوگا۔ انشاءاللہ۔

جو احباب اس روحانی اجتماع کی برکات سے مستفیض ہونے کے خواہش مند ہوں وہ اپنی درخواستیں اپنے صدر صاحبان / امراء کرام محترم امیر صاحب صوبائی کے توسط سے نظارت ہذا کو بھجوادیں تا ان کو محترم امیر صاحب جماعت ہائے برطانیہ کی طرف سے موصولہ Letter of Invitation بھجوایا جاسکے۔ براہ مہربانی اس امر کو یقینی بنایا جائے کہ درخواست کنندہ اپنی درخواست میں مطلوبہ جملہ کوائف درج کرے۔

براہ مہربانی درخواست کنندہ کی درخواست پر سفارش کرتے ہوئے اس کے جماعتی حالات اور اخلاص وغیرہ کو پیش نظر رکھیں۔ اور صدر صاحبان و امراء کرام صرف ایسے افراد کی درخواستوں اور کوائف پر تصدیق کریں جن کو وہ بخوبی جانتے ہوں غیر معروف افراد کی ہرگز تصدیق نہ کی جائے۔

درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کو ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔ (ایڈیشنل ناظر برائے امور خارجہ)

سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ بھارت

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سالانہ اجتماع انصار اللہ بھارت مورخہ 23-24 ستمبر بروز ہفتہ اتوار قادیان دارالامان میں منعقد کئے جانے کی منظوری مرحمت فرمائی ہے۔ احباب مطلع رہیں اور اس کے مطابق اپنی تیاری کریں۔

(صدر مجلس انصار اللہ بھارت)

The First ISLAMIC Satellite Channel

BROADCASTING ROUND THE CLOCK

AUDIO FREQUENCY		
URDU	:	6.50
ENGLISH	:	7.02
ARABIC	:	7.20
BENGALI	:	7.38
FRENCH	:	7.56
DUTCH	:	7.74
TURKISH	:	8.10

SATELLITE	:	INTELSAT 703 IS -703 AT 57* E
DECODER	:	C Band
POSITION	:	57* East
POLARITY	:	Left Hand Circular
DISH SIZE	:	Max. 8 Ft
VIDEO FREQUENCY	:	4177.5 Mhz
AUDIO FREQUENCY	:	6.50 Mhz
E Mail	:	mta @ bitinternet . com

☆...... اگر آپ خود یا اپنے بچوں کو اسلامی تعلیم سے روشناس کرانا چاہتے ہیں۔
☆...... اگر آپ موجودہ فحاشی سے بھرپور ٹی وی چینلز سے بچ کر اپنی اور اپنے بچوں کی اخلاقی و روحانی پرورش کرنا چاہتے ہیں تو آپ ہمیشہ

مُسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل

ہی دیکھئے۔ اس میں نماز سکھانے۔ قرآن مجید سکھانے کے علاوہ حضرت امام جماعت احمدیہ عالمگیر کے درس القرآن۔ ترجمۃ القرآن و ہومیو پیتھی کلاس اور مجالس عرفان نشر ہوتی ہیں۔
علاوہ ازیں زبانیں سکھانے اور کمپیوٹر و سائنس سے متعلق دیگر معلومات سے بھرپور پروگراموں سے بھی آپ استفادہ کر سکتے ہیں۔
☆...... جماعت احمدیہ کا عربی رسالہ التقوی لنڈن۔ انٹرنیشنل الفضل لندن۔ جماعتی کتب اور دیگر معلومات Computer Internet پر دیکھ سکتے ہیں۔ جس کا نمبر اوپر دیا گیا ہے۔
☆...... حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات۔ ہومیو پیتھک کلاسز اور دیگر ضروری پروگرام کی وڈیو کیسٹ حاصل کرنے کیلئے نیچے لکھے پتہ جات پر رابطہ قائم کریں۔
نوٹ: ایم ٹی اے کی جملہ نشریات کاپی رائٹ © قانون کے تحت رجسٹرڈ ہیں۔ اس کے کسی بھی حصہ کی بلا اجازت اشاعت یا نشر خلاف قانون ہے۔

MTA QADIAN
NAZARAT NASHR-O-ISSHAAT
Ph: 01872-70749, Fax : 01872-70105,70438
E- Mail : markaz@jla.vsnl.net.in

MTA International
P.O . Box 12926, London SW 18 4ZN
Tel : 44-181 870 0922 Fax : 44 - 181 875 0249
Internet code : http://www.alislam.org/mta

Computrised Composing & Designing By
Krishan Ahmad, Misbahuddin,Ejaz Ahmad